

صلواتك على النبي وآله

نور ان طریق (الادویں طریق) کے لئے نماز ہے (کتاب)

# منازیر ہاتھ

## کہاں باندھیں

فضیلۃ الشیخ

حافظ ابوالفضل محمد

محمد امجد علی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ  
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربنہ  
معدت البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

### تنبیہ

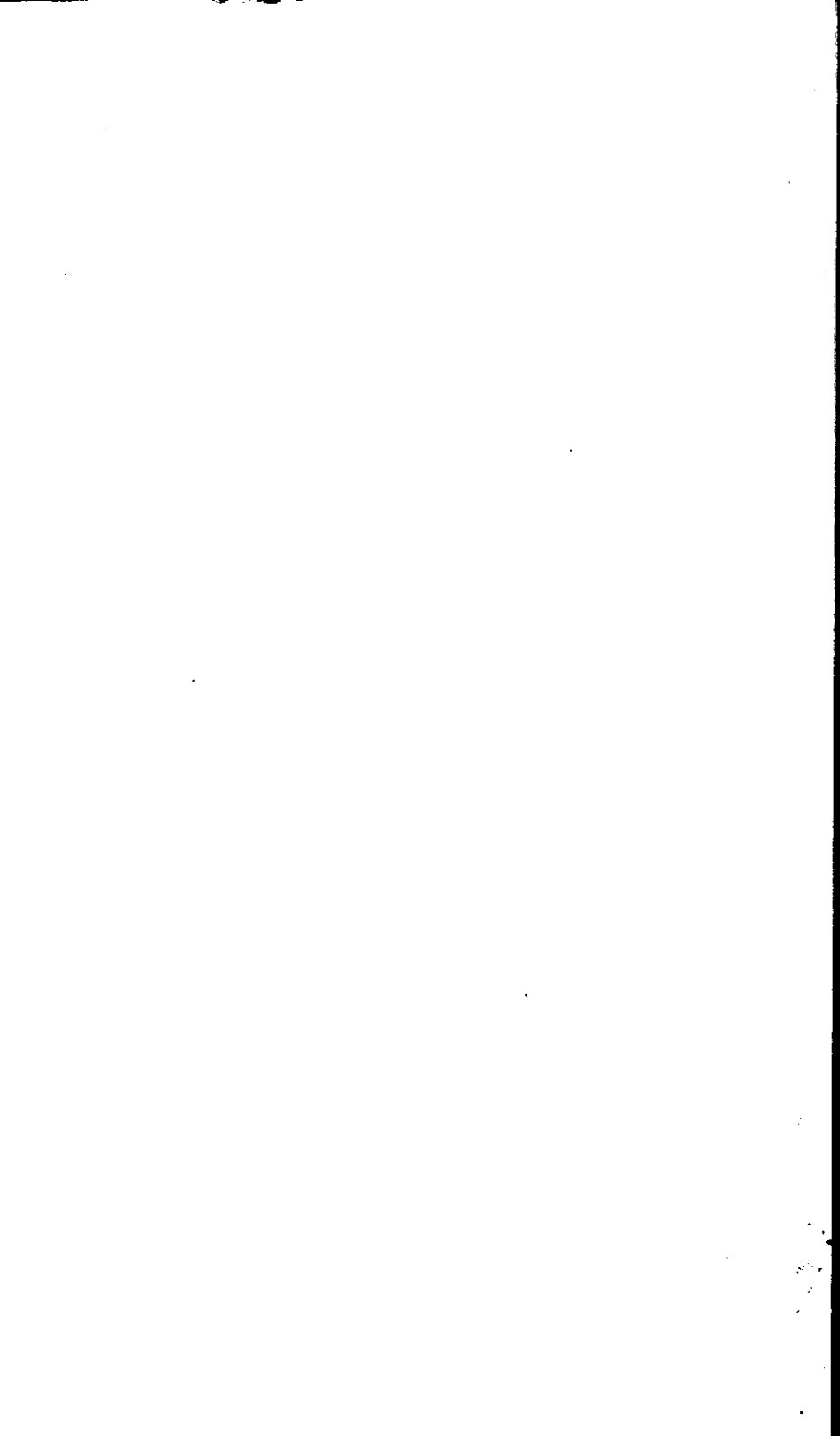
ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے  
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی  
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے  
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ [KitaboSunnat@gmail.com](mailto:KitaboSunnat@gmail.com)

🌐 [www.KitaboSunnat.com](http://www.KitaboSunnat.com)



صَلَاةُ كِبَارِ الْمُتَّقِينَ فِي صَلَاتِهِمْ

نماز اس طرح ادا کرو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا (علاوی)

مَنَازِلِ فِي مَاتِهِ

كَمَا كَانَ يَصَلِّي  
؟

فَضِيلَةُ الشَّيْخِ

حَافِظِ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَكْتَبَةُ الْإِسْلَامِ

## فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
35	سعید بن عبد الجبار	7	عرض مؤلف
36	محمد بن حجر	8	تقریظ
36	ابراہیم بن سعید کا تعارف	11	حدیث وائل بن حجر
36	ابن صاعد کا تعارف	11	سند کا تعارف
37	امام ابن عدی کا تعارف	11	کلیب بن شہاب کا تعارف
37	ترجیح کی صورتیں	12	عاصم بن کلیب کا تعارف
38	جرح مفسر ہو	13	سفیان ثوری کا تعارف
41	حدیث حلب طائی	14	مؤمل بن اسماعیل کا تعارف
41	عبدالحق محدث دہلوی کی تحقیق	15	محمد بن ثنی کا تعارف
42	رواۃ حدیث کا تعارف		اس حدیث پر اعتراضات اور ان کے جوابات
42	قبیصہ بن حلب کا تعارف	16	
42	سماک بن حرب کا تعارف	20	عاصم بن کلیب پر اعتراض و جواب
44	یحییٰ بن سعید کا تعارف	21	سفیان ثوری پر اعتراض و جواب
44	حدیث پر اعتراض و جوابات	23	مؤمل پر اعتراض و جواب
48	حدیث مرسل	28	متن حدیث پر اعتراض و جواب
49	سند کا تعارف	29	مضطرب حدیث کی تعریف
49	ابو توبہ رضیح بن نافع کا تعارف	32	لفظ تکفیر کی تحقیق
49	اہیثم کا تعارف	34	حدیث وائل کا دوسرا طریق
50	ثور بن یزید کا تعارف	34	عبد الجبار بن وائل

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
72	تحریف کا بانی ادارہ	51	سلیمان بن موسیٰ کا تعارف
72	سید محبت اللہ شاہ کی وضاحت	51	طاؤس کا تعارف
73	تحریف کا دوسرا زینہ	52	اعتراضات و جوابات
	مکتبہ راشدیہ کے مخطوطہ کا تاریخی	52	اعتراض نمبر ۱
74	پس منظر	52	جواب
74	الشیخ رشد اللہ راشدی کی وضاحت	53	اعتراض نمبر ۲، ۳
75	مصنف ابن ابی شیبہ کے مخطوطے	53	جواب نمبر ۲، ۳
76	الشیخ حمد بن عبد اللہ کا بیان	54	عمل علیؑ
77	غیر مصدقہ نسخہ	54	رواۃ کی استنادی حیثیت
80	ضعیف ترین روایت	56	اعتراض و جواب
80	روایت کا مرکزی راوی عبد الرحمن	56	تفسیر علیؑ
87	صاحب غایۃ السعایہ کی غلطی	57	اعتراض و جواب
87	علماء دیوبند کے ظن و تخمین	62	تفسیر ابن عباسؓ
88	دوسری ضعیف ترین روایت	62	تفسیر انسؓ
88	تفسیری روایت کی حقیقت	63	احناف کے دلائل و جوابات
89	ایک مقطوع روایت	64	ایک من گھڑت روایت
	مقطوع روایت پر امام ابو حنیفہؒ کا	64	پہلا جھوٹا راوی
90	تبصرہ	65	دوسرا جھوٹا راوی
91	عقلی دلائل کی حقیقت	68	ایک بلا سند روایت
		72	ایک تحریف شدہ روایت



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## عرض مؤلف

مسلم معاشرے میں مؤلف کی حیثیت ایک ناصح اور ہمدرد کی ہے اس ناطے سچی اور شفاف تحریر اس کا فریضہ بھی ہے اور سرمایہ افتخار بھی۔ لہذا ایک مؤلف کے لیے لازم ہے کہ وہ جنبش قلم کو امواج جذبات اور تعصب کے بحر ظلمات میں غرق نہ ہونے دے ورنہ معصوم حقیقتوں کے زخموں سے بننے والا خون اس کے لیے طوفان نوح ثابت ہو سکتا ہے۔

اس حقیقت سے تو کوئی انکار نہیں کہ ہر فرد کو اپنے افکار و نظریات کی ترویج و تشہیر کا کھل اختیار ہونا چاہیے مگر بناوٹ کو حقیقت کے لباس میں پیش کرنا ایک تحریری شاخسانہ تو قرار پا سکتا ہے لیکن اس مضموم کوشش کو تحقیق کا نام نہیں دیا جاسکتا کیونکہ تحقیق تو محرر کی اس مساعی جیلہ کا نام ہے جس کی وجہ سے حقیقت نقوش کا لباس زیب تن کر کے بھولے ہوئے مسافر کو اس کی حقیقی منزل کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

ملع سازی سے کسی شے کے رنگ و روپ، چمک دمک اور مہک کو تبدیل کیا جاسکتا ہے مگر اس کی اصلیت و حقیقت میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی کیونکہ ہر فن کے ماہرین نے عموماً اور ماہرین فن الرجال و علل نے خصوصاً شب و روز محنت کر کے ایسے اصول متعین کر دیئے ہیں کہ جن کی روشنی میں کھرے اور کھوٹے کی شناخت آسانی سے کی جاسکتی ہے۔

راقم نے فریقین کے دلائل کو محدثین کے قائم کردہ حقائق جانچنے کے پیمانوں پر پیش کر کے حدیہ قارئین کیا ہے تاکہ وہ آسانی سے فریقین کے دلائل کا وزن جان کر انصاف سے فیصلہ کر سکیں۔

اللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَاَرِزْنَا اِتِّبَاعَهُ

آمین



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقریظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ  
وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وَ مَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ  
الدِّیْنِ . اَمَّا بَعْدُ :

اہل سنت تقریباً اس بات پر متفق ہیں کہ نماز میں قیام کے دوران ہاتھ باندھنے چاہئیں۔ البتہ ایک قول کے مطابق امام مالکؒ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کے قائل ہیں اور یہی قول و عمل روافض کا ہے۔ ہاتھ باندھنے کے بارے میں اہل سنت میں اختلاف ہے۔ بعض ناف کے نیچے، بعض ناف سے اوپر اور بعض سینہ پر ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔ حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ ضیاء حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس مختصر رسالہ میں بڑے وقیح پیرائے میں ٹھوس دلائل سے ثابت کیا ہے کہ دلائل کے اعتبار سے سینہ پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا ہی راجح اور اقرب الی السنۃ ہے۔ جَزَاؤُہُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاِءِ .

اس کے برعکس ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا کسی بھی صحیح مرفوع روایت سے ثابت نہیں۔ ماضی قریب میں مصنف ابن ابی شیبہ (مطبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی) کے حوالے سے علمائے احناف نے بڑی شد و مد سے یہ آواز اٹھائی کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا موقف بھی اس صحیح حدیث پر مبنی ہے۔ جس کا جواب علمائے اہلحدیث نے مختلف رسائل میں دیا اور دلائل سے ثابت کیا کہ یہ سراسر ادارۃ القرآن کے حنفی ناشرین کی بددیانتی اور خیانت کا نتیجہ ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی قابل اعتبار نسخہ میں یہ حدیث ”تحت السرة“ کے الفاظ کے ساتھ موجود نہیں۔ حال ہی میں مصنف ابن ابی شیبہ کا ایک اور نسخہ زیور طبع سے آراستہ ہوا ہے۔ اس نسخہ کا جلد اول ہمارے ممدوح مولانا حافظ ثناء اللہ ضیاء صاحب کے ہاتھ لگا۔ جس کے مقدمہ میں اس بات کا اظہار ہے کہ ”تحت السرة“ کا یہ اضافہ مصنف ابن ابی شیبہ کے مختلف ۸ قلمی اور تین مطبوعہ نسخوں میں بھی کہیں نہیں۔ یہ زیادت ادارۃ



القرآن کے حنفی ناشرین کی تحریف کا شاخسانہ ہے۔ جس کی پوری تفصیل آپ کو اس رسالے میں ملے گی۔

ہمارے حنفی حضرات بھی عجیب ہیں کہ روافض کے مقابلے میں نماز میں ہاتھ باندھنے کا ثبوت قرآن مجید کی آیت ”فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ“ سے پیش کرتے ہیں۔ بلکہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کا ذکر کرتے ہیں، مگر الہدایت کے مقابلے میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا انکار کرتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

چنانچہ دیوبندی مکتب فکر کے ”رئیس المناظرین مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین صاحب“ اپنی مشہور کتاب ”آفتاب ہدایت و روافض و بدعت“ میں لکھتے ہیں:

”یہاں نحر کا معنی یہی ہے کہ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر ہاتھ باندھے ہوئے نماز پڑھو۔ امام فخر رازی نے تفسیر کبیر (جلد ۸ ص ۱۲۷) میں آیت مذکورہ کی تفسیر میں جناب مدینۃ العلم حضرت علی الرضیٰ کا قول یوں نقل کیا ہے۔ ”وَالْأَشْهُرُ وَصُغَهَا عَلَى النَّحْرِ عَلَى عَادَةِ الْخَاشِعِ“ وَاخْرَجَ أَشْهُرًا وَأُظْهِرَ مَعْنَى يَبِيّی ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھے جیسے خضوع و خشوع کا طریقہ ہے۔ ایسا ہی تفاسیر درمنثور، معالم التنزیل تنویر المقیاس حسینی وغیرہ اور کتب حدیث بخاری، ترمذی، دارقطنی وغیرہ میں حضرت علی اور ابن عباس اور دیگر جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات سے یہی معنی لکھا گیا ہے۔ پھر ایسی صریح اور صاف آیت کے ہوتے ہوئے دوسری کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔“ (آفتاب ہدایت: ص ۳۳۰)

یہاں باقی تفصیل سے قطع نظر دیکھئے کہ ”سینہ پر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے“ کو ”خشوع و خضوع“ کا طریقہ تسلیم کیا گیا ہے اور خشوع و خضوع کے اسی طریقہ کو مدلل طور پر مولانا ضیاء صاحب نے اس رسالہ میں بیان کیا ہے۔ رافضیوں کے مقابلہ میں اگر یہ مسئلہ ”صریح اور صاف آیت“ سے ثابت ہوتا ہے تو اہل حدیث سے کسی دوسری دلیل کی ضرورت ”کیوں محسوس کی جاتی ہے؟“ اِعْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوَى

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، مولانا محمد سرور عاصم بانی ”مکتبہ اسلامیہ“ فیصل آباد کو جنہوں نے صحیح سنت کے احیاء و ترویج کے لیے اس خالص علمی رسالے کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مسلک حق الہدایت کی خدمت و اشاعت کا وافر جذبہ عطا فرمایا ہے اور اس حوالے سے متعدد و قیع کتابیں شائع کرنے کی سعادت بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ ان کی مساعی حسنہ کو قبول فرمائے، شہرت دوام بخشے اور اپنی رضا و مغفرت کا سبب بنائے۔ (آمین)

ارشاد الحق اثری عنہ

12/01/2004



## نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کے دلائل

دلیل نمبر ۱

أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ نَا أَبُو مُوسَى نَا مَوْمِلٌ  
نَاسُفِيَانٌ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كَلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ  
صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَوَضَعَ يَدَهُ الْيَمْنَى عَلَى يَدِهِ  
الْيُسْرَى عَلَى صَدْرِهِ. [صحیح ابن خزیمہ: ج ۱ ص ۳۳۳]

”حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی مکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آپ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر انہیں اپنے سینے پر رکھ لیا۔“

### سند کا تعارف

اس روایت کے پہلے راوی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ ہیں۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عدل و ثقاہت میں بے مثل ہیں۔ ان سے یہ روایت کلیب بن شہاب نقل کرتے ہیں۔

### کلیب بن شہاب کا تعارف

قَالَ ابْنُ سَعْدٍ: كَلَيْبُ بْنُ شِهَابٍ كَانَ ثِقَةً كَثِيرًا الْحَدِيثِ  
وَإِتِّهَمُ يَسْتَحْسِنُونَ حَدِيثَهُ وَيَحْتَجُّونَ بِهِ.

[الطبقات الكبرى: ج ۶ ص ۱۲۳ - تہذیب المعجم: ج ۸ ص ۳۰۰]

”علامہ ابن سعد فرماتے ہیں کہ کلیب ثقہ اور بہت سی احادیث کے راوی ہیں۔ میں نے ماہرین فن کو ان کی مرویات کی تعریف کرتے دیکھا ہے اور وہ انہیں قابل حجت تسلیم کرتے ہیں۔“

قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي حَاتِمٍ: سُئِلَ أَبُو زُرْعَةَ عَنْ كَلْبٍ  
الْجَرْمِيِّ وَالِدِ عَاصِمِ بْنِ كَلْبٍ لَقَالَ كُوفِي ثَقَّةٌ.

[الجرح والتعديل: ج ۷ ص ۱۶۷]

”امام عبدالرحمن بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ امام ابو زرعه سے کلب بن شہاب کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: وہ ثقہ ہیں۔“

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ: قَالَ أَبِي عَاصِمٍ عَنْ أَبِيهِ كَلْبٍ هُوَ الَّذِي  
حَدَّثَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمُهَاجِرِ.

[العلل: ۱۸۸۶]

”عبداللہ بن احمد بیان کرتے ہیں کہ میرے گرامی قدر والد محترم نے فرمایا کہ عاصم اپنے والد کلب سے بیان کرتے ہیں اور یہ وہی ہیں جن سے ابراہیم بن مہاجر بیان کرتے ہیں۔“

اس روایت کے تیسرے راوی عاصم بن کلب ہیں۔

عاصم بن کلب ماہرین فن کی نظر میں

وَقَفَّهُ ابْنُ مَعِينٍ وَغَيْرُهُ. [ميزان الاعتدال: ج ۳ ص ۱۲]

”امام یحییٰ بن معین اور دیگر ماہرین فن نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔“

قَالَ الْمِمْوُنِيُّ: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَاصِمُ بْنُ كَلْبٍ ثَقَّةٌ [سوالاته: ۳۵۶]

”میمونی بیان کرتے ہیں کہ امام احمد نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔“

عَنْ أَبِي بَكْرِ الْأَنْزَلِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ يَقُولُ عَاصِمُ بْنُ

كَلْبٍ لَأَبْنَاءِ بَحْدِيثِهِ. [الجرح والتعديل: ج ۶ ص ۳۵۰]

”امام انزم کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ عاصم کی بیان کردہ حدیث میں کوئی علت نہیں۔“

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ يَقُولُ عَاصِمُ بْنُ كَلْبٍ

صَالِحٌ. [الجرح والتعديل: ج ۶ ص ۳۵۰]

”امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عاصم بن کلیب صاح الحدیث ہیں۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَانَ عَاصِمُ بْنُ كَلَيْبٍ أَفْضَلَ أَهْلِ الْكُوفَةِ.....

ذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي الثَّقَاتِ . [تهذيب العذيب: ج ۵ ص ۳۹]

”امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ عاصم بن کلیب اہل کوفہ سے افضل ہیں اور امام

ابن حبان نے انہیں کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔“

قَالَ ابْنُ سَعْدٍ: كَانَ ثِقَّةً يُحْتَجُّ بِهِ . [الطبقات الكبرى: ج ۶ ص ۳۳۱]

”علامہ ابن سعد فرماتے ہیں عاصم ثقہ اور قابل حجت ہے۔“

### سفیان ثوریؒ ماہرین فن کی نظر میں

قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ رَجُلٌ وَاحِدٌ يَجْتَمِعُ عَلَيْهِ الْعَامَّةُ

بِالرِّضَا وَالصَّحَّةِ إِلَّا مَا كَانَ مِنْ رَجُلٍ وَاحِدٍ بِالْكُوفَةِ قَالَ الْعَبَّاسُ

يَعْنِي الثَّوْرِيَّ . [المرج والتعديل: ج ۳ ص ۲۲۲]

”امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ کبار اہل علم میں سے کوئی ایسا عالم حیات نہیں

جس پر تمام لوگ راضی ہوں ماسوا ایک کوئی عالم کے عباس کہتے ہیں وہ

سفیان ثوریؒ ہیں۔“

قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَعْلَمَ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ

مِنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ ..... قَالَ ابْنُ مَبَارِكٍ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ سُفْيَانَ

وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَحْفَظَ مِنْ سُفْيَانَ

الثَّوْرِيِّ . [المرج والتعديل: ج ۳ ص ۲۲۳]

”امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوریؒ سے بڑھ کر

حلال و حرام کے بارے میں معرفت رکھنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ ابن

مبارک کہتے ہیں میں نے سفیانؒ جیسا عظیم شخص نہیں دیکھا۔ امام یحییٰ بن

سعید القطان کہتے ہیں کہ میں نے سفیانؒ سے بڑھ کر حافظ نہیں دیکھا۔“

قَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ: سُفْيَانُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْحَدِيثِ .

[الجرح والتعديل: ج ۳ ص ۲۲۵]

”یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ سفیانؒ عظیم حدیث میں ایمان والوں کے امیر ہیں۔“

قَالَ الدَّهْبِيُّ: سُفْيَانُ بْنُ سَعِيدٍ الْحُجَّةُ الثَّبَتُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ مَعَ أَنَّهُ

كَانَ يُدَلِّسُ عَنِ الضَّعْفَاءِ . [ميزان الاعتدال: ج ۳ ص ۲۳۳]

”امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ کے ثقہ اور حجت ہونے پر ماہرین فن متفق ہیں حالانکہ وہ ضعفاء سے تدلیس کرتے ہیں۔“

### مؤمل بن اسماعیل کا تعارف

امام عبدالرحمنؒ بن ابی حاتم مؤمل بن اسماعیلؒ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أَخْبَرَ نَا أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَبِي خَيْثَمَةَ فِيمَا كَتَبَ إِلَيَّ قَالَ سَمِعْتُ

يَحْيَى بْنَ مَعِينٍ: يَقُولُ: مُؤْمَلٌ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثِقَّةٌ .

[الجرح والتعديل: ج ۸ ص ۳۷۴]

”ابو بکر خثیمہؒ نے میری طرف جو کچھ لکھ کر بھیجا اس میں انہوں نے یہ بھی تحریر

کیا کہ میں نے یحییٰ بن معینؒ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ مؤمل بن اسماعیلؒ ثقہ

راوی ہیں۔“

قَالَ عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ: قُلْتُ لِيَحْيَى بْنِ مَعِينٍ مُؤْمَلٌ بْنُ إِسْمَاعِيلَ

أَحَبُّ إِلَيْكَ أَوْ عَبِيدُ اللَّهِ فَلَمْ يُفْضَلْ أَحَدًا عَلَى الْآخَرِ .

[الجرح والتعديل: ج ۸ ص ۳۷۴۔ تہذیب التہذیب: ج ۱ ص ۳۳۰]

”امام دارمیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معینؒ سے دریافت کیا کہ آپ

مؤمل بن اسماعیلؒ اور عبید اللہؒ میں سے کسے زیادہ پسند کرتے ہیں، انہوں

نے دونوں کو ہم مرتبہ قرار دیا۔“

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ سَأَلْتُ أَبِي عَنْ مُؤْمَلِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ فَقَالَ

صُدُوقٌ شَدِيدٌ فِي السُّنَّةِ كَثِيرُ الْجِهَادِ وَفِي نُسْخَةٍ كَثِيرٍ الْخَطَا.

[الجرح والتعديل: ج ۸ ص ۳۷۴]

”ابن ابی حاتم“ کہتے ہیں کہ میں نے والد محترم سے مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: وہ سچے اور پکے سنی تھے، جہاد میں اکثر شریک ہوتے تھے اور ایک نسخہ میں ہے ان سے اکثر غلطیاں بھی سرزد ہو جاتی تھیں۔“

قَالَ الْآجِرِيُّ سَأَلْتُ أَبَا دَاوُدَ عَنْهُ فَعَظَّمَهُ وَرَفَعَ مِنْ شَأْنِهِ.

[تہذیب العہدیب: ج ۱۰ ص ۳۳۰ - میزان الاعتدال: ج ۶ ص ۵۷۱]

”آجری“ کہتے ہیں کہ میں نے ابو داؤد سے ان کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے ان کی عظمت اور رفعت شان کا کھلے دل سے اعتراف فرمایا۔“

ذَكَرَ ابْنُ حِبَّانَ فِي التَّنَقَاتِ . [تہذیب العہدیب: ج ۱۰ ص ۳۳۰]

”امام ابن حبان“ نے انہیں کتاب الثقات میں بیان کیا ہے۔“

قَالَ ابْنُ سَعْدٍ: ثِقَّةٌ كَثِيرُ الْغَلَطِ وَقَالَ الدَّارِقُطَنِيُّ: ثِقَّةٌ كَثِيرُ الْخَطَا.

[تہذیب العہدیب: ج ۱۰ ص ۳۳۰]

”علامہ ابن سعد“ اور امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں البتہ ان سے کثیر غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔“

علامہ ذہبی مؤمل بن اسماعیل کے بارے ماہرین فن کی آراء کو سامنے رکھتے

ہوئے فرماتے ہیں:

حَافِظٌ عَالِمٌ يُخْطِئُ . [میزان الاعتدال: ج ۶ ص ۵۷۱]

”مؤمل بن اسماعیل حافظ الحدیث اور علامہ ہیں، غلطیاں بھی کرتے ہیں۔“

ابوموسیٰ محمد بن ثنیٰ کا تعارف

ابوموسیٰ محمد بن ثنیٰ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ یحییٰ بن سعید اور عبد الرحمن بن

مہدی ”جیسے نامور محدثین ان کے شاگرد ہیں۔

قَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ: ثِقَّةٌ ..... قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: سُئِلَ أَبِي عَنْ

مُحَمَّدِ بْنِ الْمُثَنَّى فَقَالَ: صَالِحُ الْحَدِيثِ. [المخرج والتعديل: ج ۸ ص ۹۵]

امام یحییٰ بن معین ”انہیں ثقہ اور امام ابو حاتم ” صالح الحدیث کہتے ہیں۔

قَالَ الْحَطِيبُ: ثِقَّةٌ ثَبَتَ احْتِجَاجُ بِهِ سَائِرُ الْأُمَّةِ.

[میزان الاعتدال: ج ۶ ص ۳۱۸]

”محترم خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ محترم محمد بن ثنی ” ایسے ثقہ راوی ہیں

کہ ان کی مروی روایت کو تمام امت نے حجت تسلیم کیا ہے۔“

اس روایت پر احناف کے اعتراضات اور ان کے جوابات

قاضی شوکانی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ امام ابن خزیمہ

نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

مولوی عبدالعزیز دیوبندی پنجابی قاضی شوکانی پر برہمی کا اظہار فرماتے ہوئے

لکھتے ہیں:

وَهُوَ الَّذِي لَمْ يَرَى هَذَا الْكِتَابَ قَطُّ لِأَنَّهُ مِنَ الْكُتُبِ الَّتِي

نَدَرَتْ ثُمَّ افْتَقَدَتْ فَلَمْ يَسْمَعْ لَهَا عَيْنٌ وَلَا آثَرَ إِلَّا مَا يُسْمَعُ فِي

مَكْتَبَةِ لَيْدُنَ: إِنَّ فِيهَا مُجَلَّدَيْنِ مِنْ صَحِيحِ ابْنِ خُزَيْمَةَ.

[حاشیہ نصب الرایۃ: ج ۱ ص ۳۱۴]

”قاضی شوکانی وہ ہیں جنہوں نے اس کتاب کو دیکھا تک نہیں، کیونکہ اس

کتاب کا شمار ان کتابوں میں ہوتا ہے جو پہلے نادر الوجود تھیں اور بعد میں

عنقا ہو گئیں۔ چنانچہ کسی آنکھ نے اس کتاب کو دیکھا نہیں اور نہ اس کتاب کا

کوئی نشان باقی ہے۔ ہاں البتہ لیدن کی لائبریری میں اس کی دو جلدیں

بتائی جاتی ہیں۔“



موصوف آگے چل کر لکھتے ہیں:

إِنَّ صَحِيحَ ابْنِ خُرَيْمَةَ لَيْسَ كَالصَّحِيحَيْنِ وَابْنُ دَاوُدَ  
وَالنَّسَائِيُّ بَلْ ذَابَهُ كَذَابُ التِّرْمِذِيِّ وَالْحَاكِمِ يَنْكَلُمُ عَلِيَّ كُلِّ  
حَدِيثٍ بِمَا يُنَاسِبُهُ يُصَحِّحُهُ إِنْ رَأَى ذَلِكَ.

[حاشیہ نصب الرایۃ: ج ۱ ص ۳۱۵]

”بلاشبہ صحیح ابن خزمیہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی رحمہم اللہ کی طرح نہیں بلکہ وہ امام ترمذی اور امام حاکم کی طرح روایت کو نقل کرنے کے بعد اس پر حکم لگاتے ہیں اگر وہ اس روایت کو صحیح یقین کرتے ہیں تو اسے صحیح قرار دیتے ہیں۔“

موصوف اپنے اس خیالی اور تصوراتی محل کو بنیاد پر موصوف ثابت کرنے کے لئے

حافظ ابن حجرؒ کے انداز تحریر سے استنباط کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حَدِيثٌ وَائِلٌ لَهُ الْفَاطُ مُخْتَلِفَةٌ لَا شَكَّ فِي صِحَّةِ بَعْضِهَا وَ إِنَّمَا  
الْكَلَامُ فِي زِيَادَةِ عَلِيٍّ صَدْرِهِ فَقَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجْرٍ فِي "الْفَتْحِ"  
قَدَرَوِي ابْنُ خُرَيْمَةَ مِنْ حَدِيثِ وَائِلٍ عِنْدَ أَبِي دَاوُدَ وَالنَّسَائِيِّ ثُمَّ  
وَضَعَ يَدَهُ الْيَمْنَى عَلَيَّ ظَهَرَ كَفِّهِ الْيُسْرَى وَالرُّسْعِ مِنَ السَّاعِدِ وَ  
صَحَّحَهُ ابْنُ خُرَيْمَةَ اه، وَأَمَّا حَدِيثُ وَائِلٍ مَعَ زِيَادَةِ عَلِيٍّ صَدْرِهِ  
فَقَالَ الْحَافِظُ فِي "الْفَتْحِ" قَدَرَوِي ابْنُ خُرَيْمَةَ مِنْ حَدِيثِ وَائِلٍ  
أَنَّهُ وَضَعَهُمَا عَلَيَّ صَدْرِهِ وَالْبَزَارِيُّ عِنْدَ صَدْرِهِ اه، وَلَمْ يَذْكُرْ  
تَصْحِيحَ ابْنِ خُرَيْمَةَ لِهَذِهِ الزِّيَادَةِ لَا فِي الْفَتْحِ وَلَا فِي التَّلْخِيصِ  
وَلَا فِي الدِّرَآيَةِ. [حاشیہ نصب الرایۃ: ج ۱ ص ۳۱۶]

”حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے، ان کے بیان کردہ بعض الفاظ کی صحت میں کوئی شک نہیں۔ کلام تو اس روایت پر ہے جس میں ”علیٰ صدرہ“ کے الفاظ ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے مروی روایت جسے امام ابوداؤد اور امام

نسائیؒ نے ان الفاظ سے نقل کیا ہے کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہتھیلی کی پشت پر اس طرح رکھا کہ وہ ہاتھ اور کلائی کے جوڑ پر تھا۔“

اس روایت کو امام ابن خزیمہؒ نے بھی نقل کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے لیکن حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے مروی وہ روایت جس میں علی صدیقؓ کے الفاظ ہیں اس روایت کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کو امام ابن خزیمہؒ نے ان الفاظ سے بھی نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے سینے پر رکھا اور مسند الزرار میں ہے سینہ کے نزدیک رکھا۔ ان زائد الفاظ کے بارے میں امام ابن خزیمہؒ سے تصحیح نقل نہیں کی نہ تو فتح الباری میں نہ تلخیص میں اور نہ الدراریۃ میں۔

مولوی محمد حنیف گنگوہی اس حدیث پر درج ذیل الفاظ میں نقد کرتے ہیں:

”رہی وہ حدیث جس میں علی صدیقؓ کی زیادتی ہے سو اس کے متعلق حافظ نے فتح الباری میں صرف یہ کہا ہے قَدَرَوَى ابْنُ خُزَيْمَةَ مِنْ حَدِيثِ وَائِلٍ أَنَّهُ وَضَعَهُمَا عَلَى صَدْرِهِ وَ الْبَزَارُ عِنْدَ صَدْرِهِ ابْنُ خُزَيْمَةَ سَعَى اس زیادتی کی تصحیح ذکر نہیں کی نہ فتح الباری میں، نہ تلخیص میں، نہ دراریہ میں اور نہ بلوغ المرام میں..... ان حضرات (نووی، بیہقی، ابن حجر، ابن قیم رحمہم اللہ) میں سے کسی نے بھی ابن خزیمہ سے تصحیح نقل نہیں کی۔ بخلاف قاضی شوکانی کے کہ انہوں نے صحیح ابن خزیمہ دیکھی تک نہیں کیونکہ صحیح ابن خزیمہ ان کتابوں میں سے ہے جو دنیا سے عنقا ہو چکی ہیں صرف مکتبہ لندن میں اس کی دو جلدیں بتائی جاتی ہیں۔“ [غایۃ السعایۃ: ج ۳ ص ۴۲]

جواب:

حافظ ابن حجرؒ نے اپنی تالیفات میں صحیح ابن خزیمہ کے حوالے سے متعدد احادیث نقل فرمائی ہیں کسی مقام پر وہ روایت نقل کرنے کے بعد ”أَخْرَجَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ“ تحریر

کرتے ہیں اور کسی مقام پر ”صَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ“ رقم کرتے ہیں ان کے اس انداز تحریر سے علمائے احناف کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ امام ابن خزیمہ نے امام ترمذی اور امام حاکم کا سا انداز اختیار کیا ہے۔ بحمد اللہ صحیح ابن خزیمہ کا مخطوطہ نہ صرف دستیاب ہو چکا ہے بلکہ طباعت کے زیور سے آراستہ بھی ہو چکا ہے اور اس کی طباعت نے تمام فرضی اندازوں اور تصوراتی نظریوں کو غلط ثابت کر دیا ہے اور یہ مخطوطہ لیدن کی لائبریری سے نہیں بلکہ مکتبہ احمد الثالث استنبول ترکی سے دستیاب ہوا ہے کتاب کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ امام ابن خزیمہ کا طریقہ امام ترمذی کے طریقہ سے بالکل مختلف ہے موصوف جب نئے عنوان کا آغاز کرتے ہیں تو اس عنوان کے تحت درج ہونے والی تمام احادیث پر صحت کا حکم لگا دیتے ہیں اور ان روایات میں سے کسی روایت کو اگر وہ اپنی شرائط کے مطابق نہیں سمجھتے تو اس پر تردد کا اظہار کر دیتے ہیں۔ چنانچہ جس عنوان کے تحت امام ابن خزیمہ نے وہ دو روایات درج کی ہیں جن کا تذکرہ علامہ عبدالعزیز دیوبندی پنجابی نے نصب الرایہ کے حاشیہ میں کیا ہے اس عنوان کا آغاز امام ابن خزیمہ نے اس طرح کیا ہے:

الْمُخْتَصَرُ مِنَ الْمُخْتَصَرِ مِنَ الْمُسْنَدِ الصَّحِيحِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى

الشَّرْطِ الَّذِي اشْتَرَطْنَا فِي كِتَابِ الطَّهَارَةِ. [صحیح ابن خزیمہ: ج ۱ ص ۱۵۳]

”نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین عالی شان پر مشتمل صحیح مختصر ترین ہے اور ان

شرائط کے مطابق ہے۔ جو ہم نے کتاب الطہارۃ کے آغاز میں بیان کی ہیں۔“

امام صاحب نے کتاب الطہارۃ کا آغاز اس طرح فرمایا ہے:

مُخْتَصَرُ الْمُخْتَصَرِ مِنَ الْمُسْنَدِ الصَّحِيحِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِنَقْلِ

الْعَدْلِ عَنِ الْعَدْلِ مَوْضُوعًا إِلَيْهِ ﷺ مِنْ غَيْرِ قَطْعٍ فِي أَثْنَاءِ

الْإِسْنَادِ وَلَا جَرَحٍ فِي نَاقِلِي الْأَخْبَارِ الَّتِي نَذَكُرُهَا بِمَشِيئَةِ اللَّهِ

تَعَالَى. [ابن خزیمہ: ج ۱ ص ۳]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین عالی شان پر مشتمل یہ صحیح مختصر ترین ہے اس عنوان

کے تحت ہم جتنی بھی احادیث درج کریں گے ان کے اول تا آخر تمام رواۃ وصف عدل سے آراستہ ہوں گے اور ان کی اسناد بغیر کسی انقطاع کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہوں گی۔ ان شاء اللہ اس کے تمام رواۃ جرح کے عیب سے پاک ہیں۔ اس عنوان کے تحت امام ابن خزیمہ نے ۷۰۸ ابواب اور ۱۴۶۹ احادیث درج کی ہیں اور ان میں سے ان چند روایات پر تردد کا اظہار کیا ہے جن کی صحت پر انہیں یقین نہ تھا یا ان کی ذکر کردہ شرط ان پر صادق نہ آتی تھیں۔ واضح رہے کہ امام ابن خزیمہ نے مکمل طور پر اپنی شرط کا پاس کیا ہے چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

صَحِيحُ ابْنِ خَزِيمَةَ أَعْلَىٰ مَرْتَبَةٍ مِنْ صَحِيحِ ابْنِ حِبَّانَ لِشِدَّةِ تَحَرِّيهِ حَتَّىٰ أَنَّهُ يَتَوَقَّفُ فِي التَّصْحِيحِ لِأَذْنَىٰ كَلَامٍ فِي الْإِسْنَادِ فَيَقُولُ إِنْ صَحَّ الْخَبْرُ أَوْ إِنْ ثَبَتَ كَذِبًا وَنَحْوَ ذَلِكَ.

[تدریب الراوی: ص ۳۲]

”صحیح ابن خزیمہ کا درجہ صحت صحیح ابن حبان سے بلند تر ہے کیونکہ امام ابن خزیمہ اس سلسلہ میں بہت محتاط ہیں موصوف سند میں معمولی سا کلام ہونے کی وجہ سے اس روایت پر صحت کے حکم کو مشروط کر دیتے ہیں اور فرماتے ہیں اگر یہ خبر درست ہوئی یا مثبت ہوئی وغیرہ۔“

صحیح ابن خزیمہ کی طباعت اور علامہ جلال الدین سیوطی کی وضاحت سے نصب الرایہ کے محشی مولوی عبدالعزیز پنجابی اور ہدایہ کے شارح مولوی محمد حنیف گنگوہی کا موقف غلط ثابت ہوا اور ان کا پیدا کردہ اشکال دور ہو گیا۔

واضح رہے کہ صرف قاضی شوکانی ہی نے صحیحہ ابن خزیمہ نہیں کہا بلکہ محدث ابن سید الناس نے بھی صحیحہ ابن خزیمہ کہا ہے۔ [مخطوطہ شرح ترمذی: ج ۲ ص ۳۱۱]

عاصم بن کلیب پر اعتراض

مولوی محمد حنیف گنگوہی زیر مطالعہ حدیث پر گنگوہی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: عاصم

بن کلیبؒ وہی ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے ترک رفع الیدین کے راوی ہیں۔ جن کے متعلق شوافع نے ایزی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کیا تھا یہ قابل احتجاج ہی نہیں۔

[غایۃ السعایہ: ج ۳ ص ۴۲]

جواب:

امام علی بن مدینیؒ کی اگرچہ یہی رائے ہے کہ عاصم بن کلیبؒ جب کسی روایت کے بیان کرنے میں منفرد ہوں گے تو وہ روایت قابل حجت نہ ہوگی مگر دیگر ماہرین فن عاصم بن کلیبؒ کی مرویات کو بغیر کسی شرط کے حجت تسلیم کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ مقام وضع الیدین کی تعیین نقل کرنے میں عاصم منفرد نہیں ہیں کیونکہ مذکورہ الفاظ عاصمؒ نے اپنے والد کے توسط سے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہما سے نقل کئے ہیں جبکہ یہی الفاظ عبدالجبار بن وائل نے اپنی والدہ کے توسط سے حضرت وائل رضی اللہ عنہما سے نقل کئے ہیں۔ اس طرح عاصمؒ اس روایت میں محترم علی بن مدینیؒ سمیت جملہ محدثین کے نزدیک حجت ہیں۔ رہی یہ بات کہ عاصم بن کلیبؒ سے مروی ترک رفع الیدین کی روایت کیونکر حجت نہیں؟ تو اس بارے میں عرض یہ ہے اس روایت کے ضعیف ہونے کے ماہرین فن نے متعدد اسباب بیان کئے ہیں ان میں سے صرف ایک علت عاصم بن کلیبؒ سے متعلق ہے یعنی امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن ادریس نے عاصمؒ کی کتاب سے یحییٰ بن آدم کو املا کروائی تو اس میں عبداللہ بن ادریسؒ نے ”ثم لا يعود“ کے الفاظ املاء نہیں کروائے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ عاصمؒ کی کتاب میں وہ الفاظ نہیں جو الفاظ وکع بیان کرتے ہیں۔ [مخص از العلل: ۷۱۳]

امام احمدؒ کے درج بالا بیان سے یہ واضح ہوا کہ عاصم بن کلیبؒ سے مروی ترک رفع الیدین کی روایت کا ناقابل احتجاج ہونا عاصم بن کلیبؒ کی وجہ سے نہیں بلکہ ”ثم لا يعود“ کے الفاظ کے غیر محفوظ ہونے کی وجہ سے ہے۔

سفیان ثوریؒ پر اعتراض

عاصم بن کلیبؒ سے یہ روایت سفیان ثوریؒ ”عن“ کے ساتھ بیان کرتے ہیں

جبکہ سفیان ثوریؒ ضعفاء سے تدلیس کرنے میں مشہور ہیں لہذا اس قسم کے راوی کی معنعن روایت مقبول نہیں۔

جواب:

محترم سفیان ثوریؒ کی یہ روایت صحیح ابن خزیمہ میں ”عن“ کے ساتھ منقول ہے لیکن اس علت کی وجہ سے یہ روایت ضعیف نہیں کیونکہ صحیح ابن خزیمہ کی ایسی روایات ساعت پر محمول ہوں گی جیسا کہ امام نوویؒ رقم طراز تھے:

وَمَا كَانَ فِي الصَّحِيحَيْنِ وَشِبْهَهُمَا عَنِ الْمُدَلِّسِينَ بَعْنٍ  
مَحْمُولٌ عَلَى ثُبُوتِ السَّمَاعِ. [تقریب النووی مع شرح تدریب الراوی]  
”بخاری و مسلم اور ان جیسی دیگر کتابوں کی مدلسین رواۃ سے ”معنعن“  
مرویات کو سماع پر محمول کیا جائے گا۔“

مدلس راوی کی معنعن روایت میں چونکہ انقطاع کا شبہ موجود ہوتا ہے اس لیے اس راوی کی روایت کو اس وقت تک شرف قبولیت حاصل نہیں ہوتا جب تک تحدیث یا سماع کی صراحت نہیں ہو جاتی۔ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابن خزیمہؒ اور امام ابن حبانؒ وغیرہم نے چونکہ یہ صراحت کی ہے کہ وہ اپنی ان کتابوں میں منقطع روایات سے احتجاج نہیں کریں گے۔ اس لیے ان کتابوں کی معنعن روایت کو سماع پر محمول کیا جاتا ہے، امام ابن خزیمہؒ نے المسند الصحیح (صحیح ابن خزیمہ) میں مدلسین کی متعدد معنعن روایات نقل کی ہیں انہوں نے مدلسین کی ان معنعن روایات کے بارے میں تردد کا اظہار کیا ہے جن کے سماع کی تصریح سے وہ آگاہ نہیں تھے چند ایسے مقامات بطور مثال ملاحظہ فرمائیں:

قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا اسْتَشْنَيْتُ صِحَّةَ هَذَا الْخَبَرِ لِأَنِّي خَائِفٌ أَنْ  
يَكُونَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ وَ إِنَّمَا  
دَلَّسَهُ عَنْهُ. [صحیح ابن خزیمہ: ج ۱ ص ۱۷۱]

”میں اس روایت کو صحیح روایات سے مستثنیٰ قرار دیتا ہوں کیونکہ مجھے اس

بارے میں تردد ہے کہ یہ خبر محمد بن اسحاق نے محمد بن مسلم سے براہ راست سنی ہے یا محض تدلیس سے کام لیا ہے۔“

قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَمَا خَبَرُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ فَإِنَّ فِيهِ نَظْرًا لِأَنِّي لَا أَقِفُ سَمَاعَ أَبِي إِسْحَاقَ هَذَا الْخَبَرَ مِنْ الْأَسْوَدِ. [صحیح ابن خزیمہ: ج ۱ ص ۲۱۲]

یہ روایت ابو اسحاق ”عن“ کے ساتھ بیان کرتے ہیں اس لئے اس روایت میں نظر ہے کیونکہ مجھے اس روایت کے بارے میں ابو اسحاق ”کے سماع کی اطلاع نہیں۔

أَبُو إِسْحَاقَ لَا يُعْلَمُ أَسْمِعَ هَذَا الْخَبَرَ مِنْ بُرَيْدٍ أَوْ ذَلَسَهُ عَنْهُ. [ج ۲ ص ۱۵۲]

”معلوم نہیں کہ ابو اسحاق نے یہ خبر برید سے سنی ہے یا تدلیس سے کام لیا ہے؟“

درج بالا بیانات سے یہ بات محقق ہو گئی کہ مدلسین کی وہ معنعن روایات جن کی سماعت کی تصریح ان کے پیش نظر تھی ان پر حافظ ابن خزیمہ نے عنوان کے آغاز میں صحت کا حکم لگا دیا اور جن روایات میں سماعت کی صراحت سے وہ آگاہ نہیں ہو سکے ان پر امام ابن خزیمہ نے تردد کا اظہار کر دیا۔ زیر بحث روایت میں وہ یقیناً سماعت کی تصریح سے آگاہ تھے اس لیے انہوں نے اس روایت پر صحت کا حکم برقرار رکھا۔ بنا بریں قاضی شوکانی کا اس روایت کو صحیح قرار دینا ان کے وسعت مطالعہ اور تبحر علمی کا عکاس ہے۔ جبکہ علمائے احناف کا ان پر براہم ہونا تعصب محض اور ظن و تخمین پر مبنی ہے۔

مؤمل بن اسماعیلؒ پر اعتراض

مولوی محمد حنیف اس روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مؤمل بن اسماعیل محدثین کے نزدیک ضعیف ہے..... [غایۃ السعایۃ: ج ۳ ص ۴۱]

علامہ ہاشم سندھی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

قَالَ الْبُخَارِيُّ: مُنْكَرُ الْحَدِيثِ. [درہم الصرۃ]

”امام بخاری نے انہیں منکر الحدیث کہا ہے۔“

جواب:

مولوی محمد حنیف گنگوہی کا بیان کھلا مغالطہ اور غلط بیانی کا عکاس ہے۔ ہم مؤمل بن اسماعیل کے تعارف میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ مؤمل نامور محدثین و ناقدین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ امام یحییٰ بن معین تو انہیں عدل و ثقاہت میں عبید اللہ بن موسیٰ کا ہم پلہ قرار دیتے ہیں یاد رہے کہ عبید اللہ بن موسیٰ صحیحین کا راوی ہے۔ البتہ بعض محدثین نے انہیں ثقہ تسلیم کرتے ہوئے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اکثر غلطیاں کرتے تھے۔ یاد رہے کہ مؤمل ایک بڑے ذخیرہ حدیث کے راوی ہیں ظاہر ہے کہ جس کے پاس جتنا زیادہ ذخیرہ حدیث ہوگا اس سے اسی قدر غلطیوں کا امکان بھی زیادہ ہوگا (الا ماشاء اللہ) یہی وجہ ہے کہ ان کی غلطیوں کے باوجود محدثین نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ رہی امام بخاری کی ان کے بارے میں جرح تو اس بارے میں عرض ہے کہ امام بخاری نے ان کا ذکر التاریخ الکبیر اور التاریخ الصغیر میں کیا ہے مگر ان پر کوئی جرح نہیں کی جبکہ انہوں نے مؤمل بن اسماعیل کے بعد مؤمل بن سعید کا ذکر کیا ہے اور اسے امام بخاری نے منکر الحدیث قرار دیا ہے، جن نامور ماہرین نے امام بخاری کے حوالے سے مؤمل بن اسماعیل کو منکر الحدیث قرار دیا ہے انہوں نے مؤمل بن سعید کو امام بخاری کے حوالے سے منکر الحدیث قرار نہیں دیا، حالانکہ مؤمل بن سعید کو امام ابو حاتم نے بھی منکر الحدیث قرار دیا ہے۔ [الجرح والتعديل: ج ۸ ص ۳۷۵] اور امام ابن حبان نے بھی اسے منکر الحدیث قرار دیا ہے۔ [میزان الاعتدال: ج ۶ ص ۵۷۲]

اس بیان سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ التاریخ الکبیر سے مؤمل بن اسماعیل کا ترجمہ نقل کرنے میں اولاً کسی بڑی شخصیت سے تسامح ہوا ہے کہ موصوف نے التاریخ الکبیر سے مؤمل بن اسماعیل کے ترجمہ کا ابتدائیہ اور مؤمل بن سعید کے ترجمہ سے آخری الفاظ نقل کر دیئے اس طرح امام بخاری کی مؤمل بن سعید پر جرح مؤمل بن اسماعیل کے ترجمہ کے آخر میں درج ہوگئی پھر اس کتاب کی تمام تہاذیب اور ان تہاذیب کے مؤلفین سے اس تسامح



کا صدور ہوتا رہا۔ (وَاللَّهِ أَغْلَمُ بِالصَّوَابِ)

(۲) امام بخاریؒ جس راوی کو منکر الحدیث قرار دیتے ہیں اس سے روایت لینا ان کے

نزدیک قطعاً درست نہیں جیسا کہ امام ذہبیؒ ابان بن جبہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

إِنَّ الْبُخَارِيَّ قَالَ كُلُّ مَنْ قُلْتُ فِيهِ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ فَلَا تَحُلُّ

رِوَايَةٌ عَنْهُ. [میزان الاعتدال: ج ۱ ص ۱۱۹]

حافظ ابن حجرؒ اسی خیال کا اظہار ”اللسان“ میں اس طرح فرماتے ہیں:

وَهَذَا الْقَوْلُ مَرْوِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ أَحْمَدَ

الْحَفَافِ عَنِ الْبُخَارِيِّ.

یعنی یہ قول امام بخاریؒ سے سند صحیح سے منقول ہے۔

واضح رہے کہ امام بخاریؒ نے مؤمل بن اسماعیلؒ سے تعلقاً روایت نقل

فرمائی ہے۔ [تہذیب التہذیب: ج ۱ ص ۳۳۹]

درج بالا دلائل سے یہ واضح ہوا کہ مؤمل بن اسماعیلؒ امام بخاریؒ کے نزدیک منکر

الحدیث نہیں کیونکہ اگر موصوف ان کے نزدیک منکر الحدیث ہوتے تو امام بخاریؒ ان سے

روایت نہ لیتے کیونکہ ایسے راوی سے روایت لینا ان کے نزدیک ہرگز ہرگز درست نہیں۔

اعتراض

محمد بن نصر مروزیؒ کہتے ہیں کہ جس روایت کے بیان کرنے میں مؤمل بن

اسماعیلؒ منفرد ہو اس روایت پر توقف لازم ہے۔

جواب:

علی صدرہ کے الفاظ نقل کرنے میں مؤمل بن اسماعیلؒ منفرد نہیں کیونکہ جو الفاظ

محترم سفیان ثوریؒ سے محترم یحییٰ بن سعید القطان حضرت حلب طائیؒ سے مروی

روایت میں نقل کرتے ہیں وہی الفاظ محترم مؤمل بن اسماعیلؒ سے سفیان ثوریؒ سے حضرت

وائل بن حجر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں نقل کرتے ہیں لہذا ثابت ہوا کہ ”علی صدرہ“ کے

الفاظ نقل کرنے میں موصوف منفرد نہیں ہیں اس لیے یہ اعتراض باطل ہے۔

اس بحث سے یہ واضح ہوا کہ مؤمل بن اسماعیلؒ کی صرف قوت یادداشت پر کلام ہے۔ یاد رہے کہ اس قسم کے راوی کی روایت فی نفسہ حسن درجہ کی ہوتی ہے لیکن اس قسم کی روایت اس وقت صحت کا درجہ حاصل کر لیتی ہے جب کوئی دوسری روایت اس کی شاہد ہو۔ جیسا کہ علامہ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں:

إِذَا كَانَ رَاوِي الْحَدِيثِ مُتَأَخِّرًا عَنْ دَرَجَةِ أَهْلِ الْحِفْظِ  
وَالِإِتْقَانِ غَيْرِ أَنَّهُ مِنَ الْمَشْهُورِينَ بِالصِّدْقِ وَالسَّتْرِ وَرَوَى مَعَ  
ذَلِكَ حَدِيثَهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهِ فَقَدْ اجْتَمَعَتْ لَهُ الْقُوَّةُ مِنَ الْجِهَتَيْنِ  
وَذَلِكَ يُرَقَى حَدِيثُهُ مِنْ دَرَجَةِ الْحَسَنِ إِلَى دَرَجَةِ الصَّحِيحِ.

[مقدمہ ابن الصلاح: ص ۱۷]

”جس حدیث کا راوی حفظ و اتقان میں کمزور ہو مگر اس کا شمار محدثین کے اس گروہ سے ہوتا ہو جو صدق و ستر کے وصف سے معروف ہو اس قسم کی حدیث اگر کسی دوسرے طریق سے بھی مروی ہو تو اس حدیث کو طرفین سے قوت حاصل ہو جائے گی اس طرح یہ حدیث حسن کے درجہ سے بلند ہو کر صحت کا درجہ حاصل کر لے گی۔“

اسی حقیقت کو امام سیوطیؒ قدر تفصیل سے بیان کرتے ہیں:

(إِذَا كَانَ رَاوِي الْحَدِيثِ مُتَأَخِّرًا عَنْ دَرَجَةِ الْحَافِظِ وَالصَّابِطِ)  
مَعَ كَوْنِهِ (مَشْهُورًا بِالصِّدْقِ وَالسَّتْرِ) وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ مِنْ هَذَا  
حَالِهِ فَحَدِيثُهُ حَسَنٌ (رَوَى حَدِيثَهُ مِنْ غَيْرِ وَجْهِ) وَلَا وَجْهًا  
وَاحِدًا آخِرًا كَمَا يُشِيرُ إِلَيْهِ تَعْلِيلُ ابْنِ الصَّلَاحِ (قَوِي)  
بِالْمُتَابَعَةِ وَزَالَ مَا كُنَّا نَحْشَاهُ عَلَيْهِ مِنْ جِهَةِ سُوءِ الْحِفْظِ وَ  
أَنْجَبَ بِهَا ذَلِكَ النَّقْصَ الْيَسِيرَ (وَأَرْتَفَعَ) حَدِيثُهُ (مِنْ) دَرَجَةِ  
(الْحَسَنِ إِلَى) دَرَجَةِ (الصَّحِيحِ) ..... مِثَالُهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

بْنِ سَهْلٍ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ فِي ذِكْرِ خَيْلِ النَّبِيِّ ﷺ فَإِنَّ  
أَبِيَاهُ لَدَا ضَعْفَهُ لِسُوءِ حِفْظِهِ أَحْمَدُ وَابْنُ مَعِينٍ وَالنَّسَائِيُّ وَ  
حَدِيثُهُ حَسَنٌ لَكِنْ تَابَعَهُ عَلَيْهِ أَخُوهُ عَبْدُ الْمُهَيْمِنِ فَارْتَفَى إِلَى  
دَرَجَةِ الصَّحَّةِ [تقریب النووی مع تدریب الراوی: ص ۵۷]

”جس حدیث کا راوی حفظ و ضبط میں اعلیٰ درجہ کے روادے سے کم ہو لیکن وہ صدق و ستر کے وصف سے مشہور ہو تو ایسے راوی کی مرویات کو حسن تسلیم کیا گیا ہے۔ اگر وہی حدیث کسی دوسرے طریق سے بھی مروی ہو اگرچہ دوسرا طریق ایک ہی ہو تو ایسی حدیث متابعت کی وجہ سے قوی ہو جائے گی اور ہم اس کے سوء حفظ کی وجہ سے جس چیز سے ڈرتے تھے وہ زائل ہو جائے گی اس طرح وہ معمولی کمی پوری ہو جائے گی اور حدیث حسن کے درجہ سے بلند ہو کر صحیح کا درجہ حاصل کر لے گی جیسا کہ ابی بن عباس نبی مکرم ﷺ کے گھوڑے کے اوصاف سے متعلق روایت کرتے ہیں۔ ابی کے سوء حفظ کی وجہ سے انہیں امام احمد، امام ابن معین اور امام نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن اس کی یہ روایت حسن ہے۔ اس روایت میں چونکہ اس کے بھائی عبدالمہمین نے اس کی متابعت کی ہے اس لیے اس کی یہ حسن روایت صحیح کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔“

درج بالا بیانات سے یہ واضح ہوا کہ وہ روایت جس کے روادے میں سے کوئی راوی کمزور حافظہ رکھتا ہو لیکن وہ صدق و دیانت سے متصف ہو اس کی روایت فی نفسہ حسن ہوگی اور اگر کوئی دوسری روایت اس کی متابع یا شاہد ہو تو پھر ایسی روایت صحیح کہلائے گی۔ اس اصول کی روشنی میں یہ کہنا کہ صحیح ابن خزیمہ کی زیر مطالعہ حدیث صحیح ہے حقیقت کی عکاسی ہے۔

مؤمل بن اسماعیل سے مروی روایات کو درج ذیل ماہرین فن نے صحیح یا حسن تسلیم

کیا ہے۔

① امام ابو میری فرماتے ہیں:

هَذَا إِسْنَادٌ حَسَنٌ مِنْ أَجْلِ مُؤَمِّلِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ .

[مصباح الزجاجة: ج ۲ ص ۱۳۰]

”مؤمل بن اسماعیل کی وجہ سے یہ سند حسن ہے۔“

② امام حاکم نے مؤمل بن اسماعیل سے مروی حدیث کو امام مسلم کی شرط کے مطابق

قراردیا ہے۔ [متدرک حاکم: کتاب الجنائز، ج ۱ ص ۵۳۴]

امام ذہبی نے تلخیص میں امام حاکم کی تصحیح سے اتفاق کیا ہے۔

③ حافظ ابن حجر نے مؤمل سے مروی روایت کو حسن تسلیم کیا ہے۔

[تلخیص الحیجر: ج ۲ ص ۱۵۴]

④ علامہ لھستانی نے مجمع الزوائد میں مؤمل بن اسماعیل کو ثقہ تسلیم کیا ہے۔

[مجمع الزوائد: ج ۲ ص ۲۰۱]

⑤ ابن سید الناس نے مؤمل کی اسی روایت کو صحیح تسلیم کیا۔

[مخطوط شرح ترمذی: ج ۲ ص ۲۱۱]

## متن حدیث پر اعتراض

مولوی محمد حنیف گنگوہی اس روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علاوہ ازیں اس کے متن میں بھی اضطراب ہے۔ ابن خزیمہ نے علی صدرہ

روایت کیا ہے اور حافظ البزار نے عند صدرہ (كَمَا قَالَ الْحَافِظُ فِي

الْفَتْحِ) اور ابن ابی شیبہ نے تحت السرة۔ [علیہ السعایہ: ج ۳ ص ۴۱]

جواب: اس روایت میں اضطراب ہے یا کہ نہیں؟ اس سوال کا جواب جاننے سے پہلے

مضطرب حدیث کی تعریف سے آگاہی ضروری ہے۔

(الْمُضْطَرَّبُ هُوَ الَّذِي يُرْوَى عَلَى أَوْجِهٍ مُخْتَلَفَةٍ) مِنْ رَاوِي

وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ أَوْ مِنْ رَاوِيَانِ أَوْ رَاوَاةٍ (مُتَقَابِرَةٍ) وَعِبَارَةٌ ابْنِ

الصَّلَاحِ مُتَسَاوِيَةٌ وَعِبَارَةٌ ابْنِ جَمَاعَةٍ مُتَقَابِرَةٌ بِالرَّوَاةِ وَالْمِيمِ أَيْ

وَلَا مُرْجِعَ (فَإِنْ رُجِحَتْ إِحْدَى الرَّوَايَتَيْنِ) أَوِ الرَّوَايَاتِ

(بِحَفْظِ رَاوِيهَا) مَثَلًا (أَوْ كَثْرَةَ صُحْبَتِهِ الْمَرْوِيِّ عَنْهُ أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ) مِنْ وُجُوهِ التَّرْجِيحَاتِ (فَإِنَّ الْحُكْمَ لِلرَّاجِحَةِ) وَلَا يَكُونُ الْحَدِيثُ مُضْطَرَبًا لِأَنَّ الرَّوَايَةَ الرَّاجِحَةَ كَمَا هُوَ الظَّاهِرُ وَلَا الْمَرْجُوْحَةَ بَلْ هِيَ شَاذَّةٌ أَوْ مُنْكَرَةٌ.

[تقریب النووی مع شرح تدریب الراوی: ص ۹۳]

”مضطرب روایت وہ ہے جو مختلف الفاظ سے مروی ہو۔ ایک راوی دو یا زیادہ مرتبہ متضاد الفاظ استعمال کرے، دو یا دو سے زیادہ رواۃ باہم اختلاف کریں بایں شرط کہ وہ امام نووی کے الفاظ میں متقارب، ابن صلاح کے الفاظ میں مساوی اور ابن جماعہ کے الفاظ میں متقاوم یعنی واؤ اور میم کے ساتھ ہوں اور ان میں سے کسی کو ترجیح حاصل نہ ہو اگر دو یا دو سے زیادہ روایات میں سے کسی ایک روایت کو اس کے راوی کے قوت حافظہ یا اپنے شیخ کے ساتھ کثرت تلمذ ہونے کی وجہ سے ترجیح حاصل ہو یا دیگر اسباب کی وجہ سے ترجیح حاصل ہو تو راجح کو شرف قبولیت کا حکم حاصل ہوگا اور وہ حدیث ہرگز مضطرب نہ ہوگی نہ راجح جیسا کہ ظاہر ہے اور نہ مرجوح مضطرب ہوگی بلکہ وہ شاذ یا منکر ہوگی۔“

یعنی ایک راوی اپنے استاد سے کبھی کچھ الفاظ بیان کرے اور کبھی ان سے مختلف الفاظ استعمال کرے یا ایک شیخ کے متعدد تلامذہ باہم متضاد الفاظ بیان کریں تو ایسی روایت اس وقت مضطرب کہلائے گی جب ان میں کوئی ترجیح کی صورت نہ ہو، ترجیح کی صورتیں درج ذیل ہیں۔

- ① ان تلامذہ میں سے کوئی ایک شاگرد مضبوط ترین حافظے کا مالک ہو۔
- ② ان میں سے کوئی شاگرد اپنے استاد کی صحبت میں عرصہ دراز تک رہا ہو۔
- ③ ایک سے زیادہ تلامذہ ایک جیسے الفاظ بیان کریں جبکہ ایک آدھ ان سے مختلف

الفاظ استعمال کرے۔

آئیے! اس تعریف کی روشنی میں زیر مطالعہ روایت کے مختلف طرق کا جائزہ لیں۔

حضرت وائل رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث مصنف ابن ابی شیبہ کے مصدقہ نسخہ میں وضع الیدین کے محل کی تعیین کے بغیر منقول ہے، اس روایت کے آخر میں ”تحت السرة“ کی زیادتی کا انکشاف سب سے پہلے قاسم بن قطلوبغا حنفی نے تخریج حدیث الاختیار میں کیا اور کہا کہ اس کی سند جدید ہے، ان سے پہلے متعدد علماء احناف (ابن الہمام حنفی، علامہ یحییٰ حنفی ابن امیر الحاج حنفی، ابراہیم حلبی حنفی اور صاحب البحر حنفی) نے حنفی مسلک کی ترجمانی کرتے ہوئے اس مسئلہ پر متعدد ضعیف احادیث و آثار نقل کئے مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی اس حدیث کو بطور استشہاد یا بطور حجت پیش نہیں کیا حالانکہ ان حضرات کی مصنف ابن ابی شیبہ پر گہری نظر تھی اگر اس وقت تک مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت ان الفاظ کی زیادتی کے ساتھ موجود ہوتی تو یہ حضرات اس حدیث کو اپنے مسلک کی تائید میں ضرور پیش کرتے۔ ان حضرات کا اس حدیث کی طرف عدم التفات اس حقیقت کا کھلا اعتراف ہے کہ اس وقت تک مصنف ابن ابی شیبہ کسی ناقل کی غفلت یا مسلکی تعصب کی بھینٹ نہیں چڑھا تھا۔ بعد میں کسی کاتب کی غلطی سے حدیث و اثر باہم خلط ملط ہو گئے یا غیر مری ہاتھ کے تحریری شاخسانے کی کرامت نے ان الفاظ کو جنم دیا اور ایسا ہی کوئی نسخہ قاسم بن قطلوبغا کے زیر مطالعہ رہا۔ کاتب سے یہ تسامح بعید نہیں کیونکہ مرفوع حدیث کے متصل بعد ابراہیم نخعی کا اثر موجود ہے جس کے آخر میں تحت السرة کے الفاظ ہیں۔ اس حقیقت کا اعتراف علامہ حیات سندھی ”حنفی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

وَرَوَى هَذَا الْحَدِيثَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَرَوَى بَعْدَهُ أَثَرُ النَّخَعِيِّ  
وَلَفْظُهُمَا قَرِيبٌ وَفِي آخِرِ الْأَثَرِ لَفْظٌ ”تَحْتَ السَّرَّةِ“ وَاخْتَلَفَتْ  
نُسْخَةُ فَيْفِي الْبَعْضِ ذِكْرَ الْحَدِيثِ مُطْلَقًا مِنْ غَيْرِ تَعْيِينِ مَحَلِّ  
الْوَضْعِ مَعَ وُجُودِ الْأَثَرِ الْمَذْكُورِ وَفِي الْبَعْضِ وَقَعَ الْحَدِيثُ

الْمَرْفُوعُ بِزِيَادَةِ لَفْظِ "تَحْتَ السَّرَّةِ" بِدُونِ آثَرِ النَّخَعِيِّ

[درۃ فی اظہار غش نقد الصرۃ]

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کے بعد ابراہیم کا اثر نقل کیا ہے ان دونوں کے شروع کے الفاظ تقریباً ایک جیسے ہیں لیکن اثر کے آخر میں لفظ تحت السرۃ موجود ہے، مصنف ابن ابی شیبہ کے مخطوطے کئی ہیں، کسی مخطوطہ میں محل وضع کا مطلق ذکر نہیں اور اس میں ابراہیم نخعی کا اثر مع لفظ تحت السرۃ موجود ہے اور کسی مخطوطے میں مرفوع حدیث کے آخر میں لفظ تحت السرۃ موجود ہے مگر اس میں ابراہیم کا اثر غائب ہے۔ اس تفصیل سے یہ واضح ہوا کہ مرفوع حدیث کے آخر میں "تحت السرۃ" کا اضافہ غیر محفوظ ہے اس لیے ان الفاظ کو بطور تعارض پیش کرنا درست نہیں۔

جہاں تک ابن خزیمہ اور مسند البزار میں "علی صدرہ" اور "عند صدرہ" کے اختلاف کی بات ہے تو یہ کوئی ایسا اختلاف نہیں جس کی وجہ سے زیر بحث حدیث کو مضطرب کہہ کر مسترد کر دیا جائے کیونکہ اس قسم کا لفظی اختلاف احناف کی نامور کتب میں بھی موجود ہے۔ بطور نمونہ ایک مقام پیش خدمت ہے:

(تَصَعُّ الْمَرْأَةُ وَالْحُنْثَى الْكُفَّ عَلَى الْكُفِّ تَحْتَ ثَدْيِهَا) كَذَا فِي  
بَعْضِ نُسَخِ الْمُنْبِيَةِ وَفِي بَعْضِهَا عَلَى ثَدْيِهَا قَالَ فِي الْحَلِيَّةِ  
وَكَانَ الْأَوْلَى أَنْ يَقُولَ عَلَى صَدْرِهَا كَمَا قَالَهُ الْجَمُّ الْغَفِيرُ لَا  
عَلَى ثَدْيِهَا وَإِنْ كَانَ الْوَضْعُ عَلَى الصَّدْرِ قَدْ يَسْتَلْزِمُ ذَلِكَ  
بَعْضُ سَاعِدِ كُلِّ يَدٍ عَلَى الثَّدْيِ [رد المحتار علی الدر المختار ج ۲ ص ۱۸۸]

”عورت اور بجز اہتھلی کو ہتھلی پر رکھ کر انھیں پستان کے نیچے رکھ لیں اور منیہ کے بعض نسخوں میں ہے کہ پستان کے اوپر رکھیں، حلیہ میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ سینے پر رکھیں جیسا کہ جم غفیر کا قول ہے کیونکہ جب سینے پر ہاتھ ہونگے تو کلائی کا کچھ حصہ لازماً پستان پر ہوگا۔“

واضح رہے کہ مدینہ کے نسخوں کے لفظی اختلاف کو جس طرح علامہ ابن عابدینؒ نے حل کیا ہے اسی طرح ”علی صدرہ“ اور ”عند صدرہ“ کے لفظی اختلاف کو بھی حل کیا جاسکتا ہے یعنی یہ کہا جائے کہ ہاتھ سینے کے اس حصہ پر رکھیں جو قم معدہ کے ساتھ ملا ہوا ہے اس طرح کلائیوں کا بعض حصہ یقیناً سینے کے نزدیک ہوگا اور بعض حصہ سینے کے اوپر ہوگا۔

اعتراض: مولوی عبدالعزیز دیوبندی اور مولوی محمد حنیف گنگوہی نے اس حدیث پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ سینے پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت حدیث میں موجود ہے۔

جواب: اس سلسلے میں علماء احناف بغیر سند کے ایک روایت نقل کرتے ہیں، کچھ حضرات بغیر حوالے کے نقل کرتے ہیں اور بعض نے یہ روایت حافظ ابن قیمؒ کے حوالے سے نقل کی ہے۔ یاد رہے کہ حافظ ابن قیمؒ نے بھی اس روایت کو بغیر سند کے نقل کیا ہے، اس روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنِ التَّكْفِيرِ.

راقم نے اس حدیث کا ماخذ اور سند تلاش کرنے کی بسیار کوشش کی مگر تاحال کامیابی نہیں ہو سکی اس لیے اس روایت کی استنادی حیثیت پر کچھ عرض کرنے سے قاصر ہوں البتہ علماء احناف اور علامہ ابن قیمؒ نے لفظ ”تکفیر“ کو جس معنی سے آراستہ کیا ہے وہ محل نظر ہے یعنی وہ فرماتے ہیں ”التَّكْفِيرُ وَهُوَ وَضْعُ الْيَدِ عَلَى الصَّدْرِ“ تکفیر سے مراد سینے پر ہاتھ رکھنا ہے جبکہ اس لفظ کا مکمل معنی سینے پر ایک ہاتھ رکھ کر غیر اللہ کے لیے تعظیماً جھکنا ہے، جیسا کہ لغات کی کتابوں میں موجود ہے۔

كَفَّرَلَهُ: خَضَعَ بَأْنَ يَضَعُ يَدَهُ عَلَى صَدْرِهِ وَيَطَأُ طَيْئَ رَأْسِهِ [المنجد]

”وہ اپنا ہاتھ سینے پر رکھ کر اس طرح جھکا کہ اس نے اپنا سر نیچا کر لیا۔“

كَفَّرَ لِسَيْدِهِ: أَلْحَى وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِهِ وَطَأَّ طَأْرَ رَأْسِهِ

كَالرُّكُوعِ تَعْظِيمًا لَهُ [المعجم الوسيط]

”اس نے اپنے آقا کی تعظیم کرتے ہوئے اپنے ہاتھ کو اپنے سینے پر رکھ کر



اپنے سر کو رکوع کی مثل اس کے سامنے خم کر دیا۔“

التَّكْفِيرُ لِأَهْلِ الْكِتَابِ أَنْ يُطَاطَئِيَ أَحَدُهُمْ رَأْسَهُ لِصَاحِبِهِ  
كَالتَّسْلِيمِ عِنْدَنَا وَقَدْ كَفَّرَ لَهُ وَالتَّكْفِيرُ أَنْ يُضَعَ يَدُهُ أَوْ يَدَيْهِ عَلَى  
صَدْرِهِ لَعَلَّ أَصْلَهُ التَّكْبِيرُ وَالتَّعْظِيمُ وَأُبْدِلَتْ الْبَاءُ فَاءً فَصَارَ  
التَّكْفِيرُ [نقداللسان]

”تکفیر اہل کتاب سے مراد یہ ہے کہ ان میں سے کوئی اپنے آقا کے سامنے اپنا سر ایسے جھکائے جیسے ہمارے نزدیک ایک دوسرے کو سلام کرنا ضروری ہے جبکہ تکفیر سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنا ایک ہاتھ یا دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر ایسا کرے، ہو سکتا ہے کہ تکفیر کا اصل تکبیر و تعظیم ہو اور باکوفہ سے تبدیل کر دیا گیا ہو۔“

التَّكْفِيرُ: هُوَ أَنْ يُنْحِنِيَ الْإِنْسَانَ وَيُطَاطَئِي رَأْسَهُ قَرِيْبًا مِنَ  
الرُّكُوعِ كَمَا يَفْعَلُ مَنْ يُرِيدُ تَعْظِيمَ صَاحِبِهِ..... قَبْلَ هُوَ مِنَ  
التَّكْفِيرِ الدُّلُّ وَالْحُضُوعُ. [النهاية لابن اثير: ج ۳ ص ۱۶۳]

”کسی انسان کا اپنے سر کو کسی دوسرے انسان کی تعظیم کی خاطر رکوع کی مانند جھکانا۔“

تَكْفِيرًا أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ التَّكْفِيرَ فِي الصَّلَاةِ وَهُوَ الْإِنْحَاءُ الْكَثِيرُ  
فِي حَالَةِ الْقِيَامِ قَبْلَ الرُّكُوعِ. [النهاية لابن اثير: ج ۳ ص ۱۶۳]

”ابومعشر کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تکفیر کو ناپسند کرتے تھے۔ علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ رکوع سے قبل حالت قیام میں بہت زیادہ جھکنے کو تکفیر کہتے ہیں۔“

مذکورہ روایت سند کے اعتبار سے صحیح ہو یا غیر صحیح لیکن اس سے چند حقائق ضرور

واضح ہوتے ہیں۔

- ① سینے پر ہاتھ رکھنا تعظیم کی ایک شکل ہے۔
- ② سینے پر ہاتھ رکھ کر سلام کا عندیہ دینا اہل کتاب کی رسم بد ہے۔
- ③ حالت قیام میں بہت زیادہ جھکنا نامناسب ہے۔

### دلیل نمبر ۲

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصُّوفِيُّ أُنْبَأَ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْحَافِظِ  
لَنَا ابْنُ صَاعِدٍ لَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُجْرٍ  
الْحَضْرَمِيُّ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أُمِّهِ  
عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ حَضَرْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَوْحَيْنَ  
نَهَضَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ الْمِحْرَابَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ بِالتَّكْبِيرِ ثُمَّ  
وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى يَسَارِهِ عَلَى صَدْرِهِ [السنن الكبرى للبيهقي: ج ۲ ص ۳۱۷]

”حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ مسجد کا رخ فرما چکے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسند امامت پر پہنچ کر دونوں ہاتھ اٹھائے اور تکبیر تحریمہ کہی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر انھیں سینے پر رکھ لیا۔“

سینے پر ہاتھ باندھنے کی صراحتاً حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ہلب طائی رضی اللہ عنہ اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث حضرت کلیب اور محترمہ ام یحییٰ زوجہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں اور محترمہ سے ان کے لخت جگر محترم عبد الجبار بن وائل بیان کرتے ہیں۔

### عبد الجبار بن وائل رضی اللہ عنہ ماہرین کی نظر میں

علامہ ابن سعد کہتے ہیں۔

كَانَ ثِقَةً إِنْ شَاءَ اللَّهُ قَلِيلَ الْحَدِيثِ وَبِتَكْلُمُونَ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ  
أَبِيهِ وَيَقُولُونَ لَمْ يَلْقَهُ.

[الطبقات الكبرى: ج ۶ ص ۳۱۲]

عبدالجبار بن وائل ثقہ راوی ہیں ان سے کم روایات مروی ہیں اور جو روایات وہ براہ راست اپنے والد سے نقل کرتے ہیں ماہرین فن نے ان پر جرح کی ہے ان کا کہنا ہے کہ ان کا اپنے والد سے سماع ثابت نہیں۔

قَالَ أَبُو حَاتِمٍ: رَوَى عَنْ أَبِيهِ مُرْسَلٌ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ.

[الجرح والتعديل: ج ۶ ص ۳۰]

عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ أَنَّهُ قَالَ: عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلٍ ثِقَّةٌ. [ايضاً]

قَالَ الدُّورِيُّ عَنْ ابْنِ مَعِينٍ: ثَبَتَ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ شَيْئاً.

[تہذیب المعنیب: ج ۶ ص ۹۵]

”امام ابو حاتم کہتے ہیں ان کا اپنے والد سے سماع ثابت نہیں، امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں وہ ثقہ اور ثبت ہیں لیکن انہوں نے اپنے والد سے براہ راست کچھ نہیں سنا۔“  
درج بالا بیانات سے یہ واضح ہوا کہ عبدالجبار بن وائل فی نفسہ ثقہ اور ثبت ہیں تاہم ان کی وہ روایات محل نظر ہیں جو وہ اپنے والد سے براہ راست کرتے ہیں یاد رہے کہ زیر بحث روایت محترم عبدالجبار اپنے والد سے براہ راست نہیں بلکہ اپنی والدہ ماجدہ محترمہ ام یحییٰ کے توسط سے کرتے ہیں۔

### سعید بن عبدالجبار محدثین کی نظر میں

رَوَى عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ وَعَمِّهِ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ رَوَى

عَنْهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو الْقُرَشِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ حُجْرٍ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ

سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ ذَلِكَ. [الجرح والتعديل: ج ۳ ص ۴۳]

”یہ اپنے والد اور اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں جبکہ ان سے عبداللہ بن عمر اور

محمد بن حجر روایت کرتے ہیں۔“

ذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانٍ فِي الثِّقَاتِ. [كتاب الثقات: ج ۶ ص ۳۵۰]

”امام ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں بیان کیا ہے۔“

## محمد بن حجرؒ ماہرین کی نظر میں

امام ابن ابی حاتمؒ کہتے ہیں:

سُئِلَ أَبِي عَنْهُ فَقَالَ كُوْفِي شَيْخَ [الجرح والتعديل: ج ۷ ص ۲۳۹]

”میرے والد سے ان کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ کوفہ کے باشندے اور شیخ ہیں۔“

## ابراہیم بن سعیدؒ کا تعارف

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ نامور حافظ الحدیث ہیں۔ آپ سفیان بن عیینہؒ اور ابو معاویہؒ کے شاگرد خاص ہیں، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، ابوداؤدؒ، امام نسائیؒ، امام ابن ماجہؒ، امام ابوحاتمؒ اور حافظ ابن صاعدؒ وغیرہم محدثین ان کے شاگرد ہیں۔ [میزان الاعتدال: ج ۱ ص ۱۵۵]

## ابن صاعدؒ کا تعارف

امام ذہبیؒ ان کا تعارف اس طرح کرواتے ہیں:

مَوْلَى أَبِي جَعْفَرَ الْمَنْصُورِ الْحَافِظِ الْإِمَامِ الثَّقَةِ أَبُو مُحَمَّدٍ  
الْهَاشِمِيُّ لَا بِنِ صَاعِدٍ كَلَامٌ مَتِينٌ فِي الرِّجَالِ وَالْعِلَلِ يَدُلُّ عَلَى  
تَبَحُّرِهِ .

امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں:

ثِقَّةٌ ثَبَتَ حَافِظٌ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الشَّيْرَازِيُّ هُوَ أَكْثَرُ  
حَدِيثًا مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ الْبَاغِدِيِّ ..... قَالَ أَبُو عَلِيٍّ  
النِّسَابُورِيُّ لَمْ يَكُنْ بِالْعِرَاقِ فِي أَقْرَانِ ابْنِ صَاعِدٍ أَحَدٌ فِي  
فَهْمِهِ ..... [تذكرة الحفاظ: ج ۳ ص ۷۷۶]

”یحییٰ بن محمد بن صاعدؒ حافظ الحدیث، ماہر فن اور ثقہ ہیں۔ رجال و علل میں وہ پختہ اور مہارت تامہ رکھتے ہیں جو ان کے تبحر علمی کی جیتی جاگتی دلیل ہے،

امام دارقطنیؒ نے انھیں ثقہ، ثبت اور حافظ الحدیث قرار دیا ہے، احمد بن عبدانؒ کہتے ہیں کہ محمد بن محمد باغندیؒ سے بڑھ کر حدیث کے حافظ تھے۔ امام ابوعلیؒ فرماتے ہیں کہ عراق میں ان کا کوئی ہم عصر علم و فہم میں ان کا ہمسر نہ تھا۔ ہمارے نزدیک فہم کا مقام حفظ سے بڑھ کر ہے۔“

### ابو احمد بن عدیؒ کا تعارف

امام ذہبیؒ ان کا تعارف درج ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْكَبِيرُ أَبُو أَحْمَدَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَدِيٍّ وَيُعْرَفُ  
أَيْضًا بِابْنِ الْقَطَّانِ صَاحِبِ كِتَابِ كَامِلٍ فِي الْجَوْحِ وَالْتَعْدِيلِ.

[تذکرۃ الحفاظ: ج ۳، ص ۹۴۰]

”ان کا نام ابو احمد عبداللہ بن عدیؒ آپ ابن قطان کے نام سے مشہور ہیں آپ احادیث کے بہت بڑے حافظ اور امام ہیں آپ علم الرجال میں ”کامل“ نامی کتاب کے مؤلف ہیں۔“

### احمد بن محمد الصوفیؒ

راقم ان کے احوال سے آگاہ نہیں، اگر ان کے احوال تک رسائی ممکن نہ رہی تو بھی کوئی فرق نہیں کیونکہ امام طبرانیؒ نے اسی روایت کو درج ذیل سند سے نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلِ  
الْحَضْرَمِيُّ حَدَّثَنِي عَمِي سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أُمِّ  
أُمِّ يَحْيَى عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اه [المجم الكبير: ج ۲۲، ص ۵۰]

اعتراض: امام نسائیؒ نے سعید بن عبدالجبارؒ کو ”لیس بالقوی“ کہا ہے۔

جواب: سعید بن عبدالجبارؒ کو امام ابن حبانؒ نے ثقہ اور امام نسائیؒ نے لیس بالقوی کہا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ جب ایک راوی کے بارے میں ماہرین فن متضاد آراء رکھتے ہوں تو

اس صورت میں ترجیح کی صورتیں کیا ہوں گی۔

## جرح مفسر ہو

علامہ عبدالحی حنفی لکھنوی اس امر پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَفِي "إِمْعَانِ النَّظَرِ بِشَرْحِ شَرْحِ نُخْبَةِ الْفِكْرِ" أَكْثَرَ الْحِفَاطِ  
عَلَى قَبُولِ التَّعْدِيلِ بِالسَّبَبِ وَعَدَمِ قَبُولِ الْجَرْحِ إِلَّا بِدَكْرِ  
السَّبَبِ. انتهى.

وَفِي "شَرْحِ نُخْبَةِ الْفِكْرِ" لِعَلِيِّ الْقَارِي: التَّجْرِيحُ لَا يُقْبَلُ مَا لَمْ  
يَبَيَّنْ وَجْهَهُ بِخِلَافِ التَّعْدِيلِ فَإِنَّهُ يَكْفِي فِيهِ أَنْ يَقُولَ عَدْلٌ أَوْ ثِقَةٌ  
مَثَلًا. انتهى.

وَفِي "شَرْحِ الْإِمَامِ بِأَحَادِيثِ الْأَحْكَامِ" لِابْنِ دَقِيقِ الْعِيدِ بَعْدَ  
أَنْ يُوثِّقَ الرَّوِيُّ مِنْ جِهَةِ الْمَذَكِّينَ قَدْ يَكُونُ الْجَرْحُ مُبْهَمًا فِيهِ  
غَيْرُ مُفَسَّرٍ وَمُقْتَضَى قَوَاعِدِ الْأُصُولِ عِنْدَ أَهْلِهِ أَنَّهُ لَا يُقْبَلُ  
الْجَرْحُ إِلَّا مُفَسَّرًا. انتهى [الرفع والتمثيل في الجرح والتعديل: ص ۱۴]

شرح نخبة الفکر کی شرح امعان النظر میں ہے کہ اکثر حفاظ کرام کا کہنا ہے کہ تعدیل بلاشبہ بلا سبب قابل قبول ہوگی جبکہ جرح فقط اسی وقت مقبول ہوگی جب سبب ذکر ہوگا۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ جرح اس وقت تک قبول نہ کی جائے جب تک اس کا سبب مذکور نہ ہو جبکہ تعدیل کے لیے فقط اتنا ہی کافی ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ عادل یا ثقہ ہے۔ علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ بسا اوقات ماہرین فن کسی راوی کو ثقہ قرار دیتے ہیں جبکہ اس کے بارے میں کسی طرف سے مبہم اور غیر مفسر جرح بھی ہوتی ہے ایسی صورت میں ماہرین فن کے وضع کردہ قواعد و ضوابط کی روشنی میں غیر مفسر جرح قبول نہ ہوگی۔

درج بالا بیانات کی روشنی میں یہ واضح ہوا کہ سعید بن عبد الجبار کے بارے امام ابن

حبان کا قول (ثقہ کہنا) راجح ہے۔

② مزکی اور جارح جب دونوں متشدد ہوں تو اس صورت میں مزکی کا قول مقبول اور جارح کا قول مردود ہوگا۔ جیسا کہ معروف حنفی عالم علامہ عبدالحی حنفیؒ فرماتے ہیں:

فَمَجَّلُ هَذَا الْجَارِحِ تَوَثُّقَهُ مُعْتَبَرٌ وَجَرْحُهُ لَا يُعْتَبَرُ إِلَّا إِذَا وَافَقَ  
غَيْرَهُ مِمَّنْ يُنْصَفُ وَيُعْتَبَرُ فَمِنْهُمْ أَبُو حَاتِمٍ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَعِينٍ  
وَابْنُ الْقَطَّانِ وَيَحْيَى الْقَطَّانُ وَابْنُ حَبَّانٍ وَغَيْرُهُمْ فَإِنَّهُمْ مَعْرُوفُونَ  
بِالْإِسْرَافِ فِي الْجَرْحِ [الرفع والتسليم في الجرح والتعديل: ص ۳۸]

”متشدد جارح کی توثیق علی الاطلاق مقبول ہوگی جبکہ اس کی جرح فقط اسی صورت میں مقبول ہوگی جب کوئی دوسرا معتدل ماہر فن اس کی موافقت کرے گا۔ امام ابو حاتمؒ، امام نسائیؒ، امام ابن معینؒ، امام احمد بن عدیؒ، یحییٰ بن سعید القطانؒ اور ابن حبانؒ وغیر اہم کا شمار متشددین میں ہوتا ہے۔“

درج بالا بیان سے بھی یہ واضح ہوا کہ سعید بن عبد الجبارؒ کے بارے میں ابن حبانؒ کا قول معتبر ہے۔

③ الفاظ توثیق کے چھ مراتب ہیں جبکہ لفظ ”ثقة درمیانہ درجہ ہے اس کے برعکس الفاظ جرح کے بھی چھ مراتب ہیں جبکہ لفظ ”لیس بالقوی“ سب سے کم درجہ کی جرح ہے، اس طرح الفاظ جرح و تعدیل کے پیش نظر بھی ابن حبانؒ کے قول کو ترجیح حاصل ہے۔  
اعترض: محمد بن حجر کے بارے میں امام بخاریؒ نے ”فِيهِ بَعْضُ النَّظَرِ“ جبکہ امام ذہبی نے ”لَهُ مَنَاجِيرٌ“ کہا ہے۔

جواب: امام ابو حاتمؒ نے محمد بن حجرؒ کی تعدیل بیان کی ہے جبکہ امام بخاریؒ نے ان پر جرح کی ہے۔

امام ابو حاتمؒ کا شمار متشددین میں ہوتا ہے ان کی توثیق بلا شرط قابل اعتماد ہے، امام بخاریؒ نے محمد بن حجرؒ پر سخت جرح کی ہے تاہم اس جرح میں کسی دوسرے نے امام بخاریؒ کی موافقت نہیں کی۔ واضح رہے کہ علامہ ہاشم سندھی حنفی نے امام بخاریؒ کو بھی متشددین میں

شمار کیا ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں۔

وَلَا يَخْفَى أَنَّ الْبُخَارِيَّ مُتَشَدِّدٌ فِي أَمْرِ الْجَرْحِ غَايَةَ التَّشْدِيدِ.

[معیار لقاؤنی تمییز المغشوش عن الجیاد]

”یہ حقیقت کوئی راز نہیں کہ امام بخاری جرح کے معاملے میں بہت تشدد تھے اگر موصوف کا یہ بیان مبنی برحقیقت ہے تو پھر ابو حاتم کے بیان کو برتری حاصل ہے۔“

امام ذہبی نے ان پر جو جرح کی ہے وہ انتہائی کم درجہ کی جرح ہے ایسی جرح کے بارے میں علامہ عبدالحی حنفی فرماتے ہیں:

قَالَ السَّخَاوِيُّ فِي "فَتْحِ الْمَغِيبِ" قَالَ ابْنُ دَقِيقِ الْعِيدِ فِي "شَرْحِ الْأَلْمَامِ" قَوْلُهُمْ رَوَى مَنَاكِبِرَ لَا يَقْتَضِي بِمَجْرَدِ تَرْكِ رَوَايَتِهِ حَتَّى تَكْثُرَ الْمَنَاكِبِرُ فِي رَوَايَتِهِ وَيَنْتَهِي إِلَى أَنْ يُقَالَ فِيهِ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ لِأَنَّ مُنْكَرَ الْحَدِيثِ وَصَفَ فِي الرَّجَالِ يَسْتَحِقُّ بِهِ التَّرْكَ لِحَدِيثِهِ [الرفع والتكسیر فی الجرح والتعديل: ص ۲۹]

”امام سخاوی ”فتح المغیب“ میں اور امام ابن دقیق العید ”شرح الالمام“ میں فرماتے ہیں کہ ناقد کا یہ قول کہ وہ مناکیب بیان کرتا ہے اس راوی کی روایات کو ترک کرنے کا سبب نہیں بنتا جب تک کہ وہ بہت زیادہ مناکیب روایت کرے اور اسے محدثین منکر الحدیث کے نام سے یاد کریں کیونکہ منکر الحدیث رواۃ کا ایسا وصف ہے جو ان کی مروایات کو ترک کرنے کا سبب بنتا ہے۔“

دلیل نمبر ۳

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي سِمَاكٌ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هَلْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ وَرَأَيْتُهُ قَالَ يَضَعُ



هَذِهِ عَلَى صَدْرِهِ وَوَصَفَ يَحْيَى الْيَمْنَى عَلَى الْيُسْرَى عَلَى  
صَدْرِهِ فَوْقَ الْمِفْصَلِ. [مسند احمد ج ۸ ص ۲۲۵]

امام ابن جوزی نے اس روایت کو اپنی سند سے اس طرح بیان کیا ہے:

أَخْبَرَنَا ابْنُ الْحُصَيْنِ قَالَ أَبَانُ ابْنُ الْمُدْهَبِ قَالَ أَبَانُ أَحْمَدُ بْنُ  
جَعْفَرَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ  
سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي سِمَاكٌ عَنْ قُبَيْصَةَ بْنِ  
هَلْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَضَعُ هَذِهِ عَلَى هَذِهِ  
عَلَى صَدْرِهِ وَوَصَفَ يَحْيَى الْيَمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فَوْقَ  
الْمِفْصَلِ. [التحقيق لابن جوزی: ج ۱ ص ۳۳۸]

”حضرت حلب طائی رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ  
دائیں اور بائیں ہر دو اطراف سے پھرتے تھے اور میں نے آپ کو دیکھا کہ  
آپ نے اس ہاتھ کو اس ہاتھ پر رکھ کر اپنے سینے پر رکھ لیا۔ یحییٰ بن سعید بیان  
فرماتے ہیں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر انھیں اپنے سینے پر رکھ لیا۔“

امام ترمذی نے بھی اس روایت کو اسی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس کے کم از  
کم ایک نسخہ میں بھی وہی متن ہے جسے امام احمد نے مسند احمد میں بیان کیا ہے۔ جیسا کہ  
محدث عبدالحق فرماتے ہیں:

وہم جنیس روایت کرد ترمذی از قبصہ بن ہلب از پدرش  
کہ گفت دیدم رسول خدا ﷺ کہ می نہاد دست خود را  
دایر سینہ خود. [شرح سفر السعادت: ص ۴۴]

”امام ترمذی قبصہ بن ہلب کے توسط سے حضرت حلب طائی رضی اللہ عنہما  
سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے اپنے ہاتھ اپنے سینہ پر رکھے ہوئے تھے۔“

## رواۃ حدیث کا تعارف

## قبیصہ بن ہلب کا تعارف

قبیصہ بن ہلب: امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں:

قُبَيْصَةُ بْنُ هَلْبِ الطَّائِي كُوفِيٌّ وَاسْمُ هَلْبِ بْنِ قَنَانَةَ وَرَوَى  
عَنْ أَبِيهِ وَأَبُوهُ مِنَ الصَّحَابَةِ وَرَوَى عَنْهُ سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ  
سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ ذَلِكَ. [المجرح والتعديل: ج ۷ ص ۱۲۵]

”محترم قبیصہؓ ہلب طائیؓ کوفیؓ کے صاحب زادے اور کوفہ کے باسی تھے ان کے والد کا اصل نام یزید بن قنانہ ہے موصوف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ان کے والد کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے ان سے سماک بن حرب روایت کرتے ہیں، ان کے بارے میں یہ سب کچھ میں نے اپنے والد سے سنا ہے۔“

قَالَ الْعَجَلِيُّ ثِقَّةٌ وَذَكَرَهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي الثِّقَاتِ مَعَ تَصْحِيحِ  
حَدِيثِهِ. [ميزان الاعتدال: ج ۵ ص ۳۶۶]

”امام عجلی اور امام حبان نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے۔ امام ابن حبان نے ان کی حدیث کو بھی صحیح قرار دیا ہے۔“

## سماک بن حرب کا تعارف

قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ: خَلَدُوا الْعِلْمَ مِنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ.....  
قَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ: ثِقَّةٌ. قَالَ أَبُو حَاتِمٍ: صَدُوقٌ. قَالَ أَحْمَدُ بْنُ  
حَنْبَلٍ: سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ أَصْلَحَ حَدِيثَنَا مِنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَمِيرٍ  
وَذَلِكَ أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنِ عَمِيرٍ يَخْتَلِفُ عَلَيْهِ الْحَفَاطُ.

[المجرح والتعديل: ج ۳ ص ۲۷۹]

”امام ابواسحاق فرماتے ہیں کہ سماک بن حرب سے علم حاصل کرو۔ امام یحییٰ

بن معینؒ انھیں ثقہ اور امام ابو حاتمؒ صدوق قرار دیتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ انہیں روایت حدیث میں عبد الملک بن عمیرؒ سے بہتر قرار دیتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ عبد الملک کے بارے میں ماہرین فن مختلف آراء رکھتے ہیں۔

قَالَ الْعَجَلِيُّ: جَائِزُ الْحَدِيثِ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فِي عِكْرَمَةَ قَالَ عَلِيُّ بْنِ مَدِينَةَ رَوَايَةُ سَمَّاكَ عَنْ عِكْرَمَةَ مُضْطَرَبَةٌ قَالَ يَعْقُوبُ وَرَوَايَتُهُ عَنْ عِكْرَمَةَ خَاصَّةٌ مُضْطَرَبَةٌ وَهُوَ لِي غَيْرُ عِكْرَمَةَ صَالِحٌ قَالَ النَّسَائِيُّ لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ، قَالَ الْهَرَاذِيُّ فِي مُسْنَدِهِ كَانَ رَجُلًا مَشْهُورًا لَا أَعْلَمُ أَحَدًا تَرَكَهُ. [تہذیب الحدیب: ج ۳ ص ۲۰۵]

امام عجلیؒ فرماتے ہیں کہ وہ عکرمہ کے ماسوا جائز الحدیث ہیں۔ امام علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں کہ ان کی مرویات ذہی مضطرب ہیں جو وہ عکرمہ سے بیان کرتے ہیں امام یعقوبؒ کہتے ہیں کہ ان کی وہ روایات جو وہ عکرمہ سے بیان کرتے ہیں ان میں اضطراب ہے اور دیگر اساتذہ سے ان کی روایات درست ہیں۔ امام نسائیؒ فرماتے ہیں ان کی روایات قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ امام ہر ازیؒ فرماتے ہیں وہ نامور آدمی تھے میری معلومات کے مطابق انہیں کسی نے غیر معتبر سمجھ کر نہیں چھوڑا۔

سُفْيَانٌ وَشُعْبَةُ: يَجْعَلُونَهَا عَنْ عِكْرَمَةَ. [ميزان الاعتدال: ج ۳ ص ۳۲۷]

”امام سفیانؒ اور امام شعبہؒ ان کی فقط ان روایات کو ضعیف قرار دیتے ہیں جو وہ عکرمہ سے بیان کرتے ہیں۔“

قَالَ يَعْقُوبُ بْنُ شَيْبَةَ مَنْ سَمِعَ مِنْهُ قَدِيمًا مِثْلَ شُعْبَةَ وَسُفْيَانَ فَحَدِيثُهُمْ عَنْهُ صَحِيحٌ مُسْتَقِيمٌ وَالَّذِي قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ إِنَّمَا نَرَى فِيمَنْ سَمِعَ مِنْهُ بَآخِرِهِ. [تہذیب الحدیب: ج ۳ ص ۲۰۵]

”امام یعقوب بن شیبہؒ کہتے ہیں کہ امام شعبہؒ اور امام سفیانؒ ثوریؒ نے ان سے پہلے سماعت حدیث کی ہے اس لیے ان کی احادیث صحیح و مستقیم ہیں۔“

امام ابن مبارک فرماتے ہیں ہمیں ان کی فقط ان احادیث کے بارے میں تردد ہے جو ان سے ان کے تلامذہ نے ان کی آخری عمر میں سنی ہیں۔“

امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں:

جَعْفَرُ بْنُ أَبِي نُورٍ وَاشْعَثُ بْنُ أَبِي شَعْبَانَ الْمَخَارِبِيُّ وَسِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ فَهُوَ لَاءٌ لثَلَاثَةٌ مِنْ أَجَلَةِ رِوَاةِ الْحَدِيثِ. [ابن خزیمہ: ج ۱ ص ۲۱۱]  
 ”محترم جعفر، محترم اشعث اور محترم سماک بن حرب“ یہ تینوں حدیث کے بڑے عظیم المرتبت راوی ہیں۔“

### یحییٰ بن سعید کا تعارف

عَنِ ابْنِ الْمَدِينِيِّ مَرَّاتٍ ثَبَتَ مِنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ ..... قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ حَدَّثَنِي يَحْيَى الْقَطَّانُ مَرَّاتٍ عَيْنَايَ مِثْلَهُ ..... قَالَ ابْنُ مَهْدِيٍّ: لَا تَرَى عَيْنَاكَ مِثْلَهُ وَقَالَ اللَّيْثِيُّ عَنِ ابْنِ مَعِينٍ عَنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ مِثْلَهُ. [تہذیب الحدیث: ج ۱ ص ۱۹۱]

”امام علی بن مدینی کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن سعید سے بڑھ کر ثقہ نہیں دیکھا۔ امام احمد کے لخت جگر عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے فرمایا کہ میں نے یحییٰ سے فیض حاصل کیا ہے میری آنکھوں نے ان جیسا عظیم تر شخص نہیں دیکھا۔ امام عبدالرحمن بن محمدی کہتے ہیں تمہاری آنکھوں نے ان جیسا عظیم تر شخص نہیں دیکھا ہوگا۔“

### اس حدیث پر اعتراضات اور جوابات

اعتراض نمبر ۱: جس طرح ابن ابی شیبہ سے مروی حدیث کو ابن الصمام، یعنی، ابن امیر الحاج، ابراہیم طبری، صاحب البحر اور ملا علی قاری نے نقل نہیں کیا اسی طرح حضرت حلب طائی رضی اللہ عنہما سے مروی مسند احمد کی اس روایت کو نووی، حافظ ابن حجر اور علامہ بیہقی نے نقل نہیں کیا حالانکہ علامہ ابن حجر نے ۵۳ مجالس میں اول تا آخر مسند احمد اپنے چچا کو سنائی تھی۔

جواب: امام نووی نے تو شاید اس روایت کو نقل نہیں کیا لیکن حافظ ابن حجر نے اس حدیث

کوفح الباری میں درج کیا ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں:

قَدَرَوِي ابْنُ خَزِيمَةَ مِنْ حَدِيثِ وَاِبْلِ اَنَّهُ وَصَعَهُمَا عَلٰى صَدْرِهِ  
وَالْبَزَارُ عِنْدَ صَدْرِهِ وَعِنْدَ اَحْمَدَ فِي حَدِيثِ هَلْبِ الطَّائِي نَحْوَهُ

[فتح الباری: ج ۳ ص ۲۲۲]

اس روایت کو ابن خزیمہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو سینے پر رکھا اور امام البزار فرماتے ہیں کہ سینے کے نزدیک رکھا جبکہ امام احمد نے حضرت ہلب طائی رضی اللہ عنہما سے بھی یہی الفاظ نقل کئے ہیں۔ البتہ اطراف مسند میں حافظ ابن حجر نے یہ الفاظ نقل نہیں کئے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی وجہ سے ذکر ہونے سے رہ گئے ہوں البتہ فتح الباری کی عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مسند احمد کی اس روایت پر ان کی نظر تھی۔ علامہ بیہقی نے اس روایت کو مجمع الزوائد میں نقل نہیں کیا اس کا سبب یہ ہے کہ موصوف نے مجمع الزوائد میں فقط وہ روایات درج کی ہیں جو صحاح ستہ میں نہیں ہیں یہ روایت عبدالحق محدث حنفی کے قول کے مطابق ترمذی میں بھی علی صدرہ کے الفاظ سے مروی ہے لہذا یہ حدیث زوائد میں شمار نہیں ہوتی اس لیے موصوف نے اس روایت کو مجمع الزوائد میں درج نہیں کیا۔

واضح رہے کہ اس سلسلہ میں علامہ بیہقی سے تسامح بھی ہوا ہے کیونکہ متعدد احادیث و آثار ایسے ہیں جو اصول میں نہیں ہیں اس کے باوجود علامہ بیہقی نے انہیں مجمع الزوائد میں درج نہیں کیا۔

اعترض نمبر ۲۔ امام احمد کے معاصر چاریجی بن سعید ہیں (القطان، العطار، ابن سالم اور القرشي) ان میں فقط یحییٰ بن سعید ثقہ ہیں۔ درج بالاسند سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ سند میں مذکور یحییٰ کونسا ہے؟

جواب: چند اشخاص کے معاصر ہونے سے یہ قطعاً لازم نہیں آتا کہ جملہ معاصرین رشتہ شیوخ و تلمذ سے بھی وابستہ ہونگے اس لیے معترض پر لازم ہے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ چاروں یحییٰ بن سعید، امام سفیان ثوری کے تلامذہ اور امام احمد کے شیوخ تھے۔

① واضح رہے کہ مذکورہ سند میں مذکور یحییٰ بن سعید القطانؒ امام سفیان ثوریؒ کے شاگرد اور امام احمدؒ کے استاد تھے۔

② نماز سے متعلق یہ روایت سفیان ثوریؒ سے ان کے تین تلامذہ (یحییٰ بن سعید، وکیع بن الجراح اور عبدالرحمنؒ) روایت کرتے ہیں۔ ان میں صرف مقدم الذکر راوی کی سند میں امام ثوریؒ حدیثی سماک بن حرب کہہ کر روایت کرتے ہیں مؤخر الذکر کی اسناد میں ثوریؒ معنعن روایت نقل کرتے ہیں ثوریؒ چونکہ ضعفاء سے تدریس کرنے میں مشہور تھے اس لیے یحییٰ بن سعید القطانؒ ان سے ان کی معنعن روایات نہیں لیتے تھے جیسا کہ امام احمدؒ فرماتے ہیں:

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ مَا كَتَبْتُ عَنْ سُفْيَانَ شَيْئًا إِلَّا قَالَ حَدَّثَنِي أَوْ حَدَّثَنَا إِلَّا حَدِيثَيْنِ ثُمَّ قَالَ أَبِي حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سِمَاكِ عَنْ عِكْرَمَةَ وَ مَغِيرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوِّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا هُوَ الرَّجُلُ يُسَلِّمُ فِي دَارِ الْحَرْبِ فَيُقْتَلُ فَلَيْسَ دِيَّةً فِيهِ كَفَّارَةٌ قَالَ أَبِي هَذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ الَّذِينَ زَعَمَ يَحْيَى أَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ يَقُولُ فِيهِمَا حَدَّثَنَا أَوْ حَدَّثَنِي. [العلل: ۱۲۱۲]

”امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن سعیدؒ نے فرمایا کہ میں محترم سفیانؒ کی روایات کو اس وقت تک نہیں لکھتا تھا جب تک وہ اپنے استاد سے سماع کی صراحت نہیں کر دیتے تھے، ماسوا دور روایات کے، پھر امام احمدؒ نے ان دور روایتوں کی وضاحت فرمائی کہ ان دو روایات میں محترم سفیانؒ نے محترم یحییٰ بن سعیدؒ کے لیے سماع کی صراحت نہیں کی۔“

واضح رہے کہ زیر مطالعہ حدیث محترم سفیانؒ جب وکیعؒ اور ابن مہدیؒ کو بیان کرتے ہیں تو عن کے ساتھ بیان کرتے ہیں جب کہ موصوف جب محترم یحییٰ بن سعیدؒ کو بیان کرتے ہیں تو حدیثی سماک کہہ کر بیان کرتے ہیں چنانچہ ثابت ہوا کہ زیر مطالعہ حدیث کی سند میں یحییٰ بن سعید القطانؒ ہی ہیں۔

اعتراض نمبر ۳: اس روایت میں سماک بن حربؒ ہیں اور ان پر جرح ہے۔  
جواب: سماک بن حربؒ کو محترم سفیان ثوریؒ اور امام شعبہؒ نے فقط ان روایات میں ضعیف قرار دیا ہے جو انہوں نے آخری عمر میں بیان کیں۔ محترم سفیان ثوریؒ نے محترم سماکؒ سے جملہ روایات اختلاط سے قبل سنی ہیں لہذا سماک کی ہر روایت کو ضعیف قرار دینا مذہبی تعصب کا اظہار ہے۔

اعتراض نمبر ۴: قبیصہ بن حلب کو امام نسائیؒ اور امام علی بن مدینیؒ نے مجہول قرار دیا ہے۔  
جواب: قبیصہ بن حلب کو امام ابو حاتمؒ، امام عجلیؒ اور امام ابن حبانؒ وغیرہ نے معروف قرار دیا ہے حالانکہ امام ابو حاتمؒ رواۃ کو مجہول کہنے میں پیش پیش ہیں، امام ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ اور امام ابن ماجہؒ نے ان سے روایت لی ہے اور امام ترمذیؒ نے ان سے مروی روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام نسائیؒ اور علی بن مدینیؒ کا ان کو مجہول قرار دینا اس روایت کے مرتبہ کو کم نہیں کرتا کیونکہ ناقدین نے ان رواۃ کو مجہول قرار دیا ہے جن کے احوال سے وہ آگاہ نہ ہو سکے جبکہ انھیں رواۃ کو دوسرے ماہرین فن نے ثقہ قرار دیا ہے لہذا اول الذکر علماء کی تنقید قابل التفات نہیں جیسا کہ علامہ عبدالحی حنفی لکھنویؒ لکھتے ہیں:

قَالَ السُّيُوطِيُّ فِي التَّنْذِيرِ الرَّاويَ جَهْلَ جَمَاعَةٍ مِنَ الْحُفَاطِ  
قَوْمًا مِنَ الرَّوَاةِ لَعَدَمِ عِلْمِهِمْ بِهِمْ وَهُمْ قَوْمٌ مَعْرُوفُونَ بِالْعَدَالَةِ  
عِنْدَ غَيْرِهِمْ. [الرفع والتسليم: ص ۳۷]

”حفاظ کی ایک جماعت نے ایسے راویوں کو مجہول قرار دیا ہے جن کے بارے ان کے پاس معلومات نہ تھیں جبکہ انھیں رواۃ کو حفاظ کی ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے۔“  
اعتراض نمبر ۵: ابن حبانؒ تعدیل میں تساہل سے کام لیتے ہیں لہذا ان کا قبیصہ کو ثقہ قرار دینا معتبر نہیں۔

جواب: ① قبیصہؒ کو فقط ابن حبانؒ نے ثقہ قرار نہیں دیا بلکہ امام عجلیؒ نے بھی انھیں ثقہ قرار دیا ہے۔ علامہ ہاشم سندھی حنفی نے معیار النقاد کے حاشیہ میں (أَمَّا وَثِيقُ الْعِجْلِيِّ فَمُعْتَبَرٌ) امام عجلیؒ کی وثیق کو معتبر تسلیم کیا ہے۔

② امام ابن حبان کو تساہل کہنا بھی درست نہیں جیسا کہ علامہ عبدالحی حنفیؒ لکھتے ہیں:

وَقَدْ نَسَبَ بَعْضُهُمُ التَّسَاهُلَ إِلَى ابْنِ حِبَّانَ وَقَالُوا هُوَ وَاسِعُ  
الْخَطْوِ فِي بَابِ التَّوْبِيخِ يُوثِقُ كَثِيرًا مِمَّنْ يَسْتَحِقُّ الْجُرْحَ وَهُوَ  
قَوْلُ ضَعِيفٌ ..... أَنَّ ابْنَ حِبَّانَ مَعْدُودٌ مِمَّنْ لَهُ تَعْنَتٌ وَإِسْرَافٌ  
فِي جُرْحِ الرَّجَالِ. [الرفع والتسليم في الجرح والتعديل: ص ۴۳]

”بعض لوگوں نے ابن حبان کو تساہل قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ وہ ثقہ کہنے میں پیش پیش ہیں چنانچہ وہ ایسے رواۃ کو اکثر ثقہ کہہ دیتے ہیں جو مجروح ہیں، یہ قول ضعیف ہے کیونکہ ابن حبان کا شمار تو ان لوگوں میں ہوتا ہے جو رواۃ پر نقد کرنے میں پیش پیش ہیں۔“  
واضح رہے کہ مجہول راوی کی روایت کو قبول کرنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ اس کے اوصاف کے بارے میں آگاہی نہیں ہوتی اور اگر اس کے اوصاف حمیدہ ماہرین فن پر واضح ہو جائیں تو پھر اس کی روایت کو قبول کرنے میں کوئی امر مانع نہیں رہتا، لہذا امام عجلیؒ اور امام حبانؒ کا ان کو ثقہ قرار دینا ان کے اوصاف حمیدہ کی بین شہادت ہے نیز اس حدیث کو علامہ نیوی نے آثار السنن اور الشیخ ہاشم سندھی نے حاشیہ معیار النقاد میں حسن لذاتہ تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں وَأَمَّا وَصُولُهُ إِلَى رُتْبَةِ الْحَسَنِ لِذَاتِهِ فَمُسَلَّمٌ (حاشیہ معیار النقاد ص ۱۱۳) یاد رہے کہ حسن لذاتہ حدیث بھی حجت ہوتی ہے اگرچہ اس کی تائید میں دوسری کوئی روایت نہ ہو۔

دلیل نمبر ۴

حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ ثَنَا الْهَيْثَمُ يَعْنِي ابْنَ حَمِيدٍ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ  
مُوسَى عَنْ طَاوُسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى  
يَدِهِ الْيُسْرَى ثُمَّ يَشُدُّ بَيْنَهُمَا عَلَى صَدْرِهِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ.

[ابوداؤد مع المصل العذب المرود: ج ۵ ص ۱۶۶]

”محترم طاؤسؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سیدھے ہاتھ کو الٹے



ہاتھ پر رکھ کر انھیں سینے پر رکھ لیتے۔“

## سند کا تعارف

یہ روایت امام ابوداؤد اپنے شیخ ابوتوبہ سے نقل کرتے ہیں۔ امام ابوداؤد نے ان سے پہلی روایت کتاب الطہارت میں ذکر کی ہے اس میں وہ ان کا پورا نام ابوتوبہ الریح بن نافع نقل کرتے ہیں۔

## ابوتوبہ ریح بن نافع کا تعارف

قَالَ أَبُو حَاتِمٍ: ثِقَّةٌ صُدُوقٌ حُجَّةٌ ..... قَالَ الْأَثَرُمُ سَمِعْتُ  
أَبَا عَبْدِ اللَّهِ وَذَكَرَ أَبَا تَوْبَةَ فَأَثْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ لَا أَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا.

[المجرح والتعديل: ج ۳ ص ۴۷۰]

”امام ابو حاتم نے انھیں اعلیٰ درجہ کا ثقہ قرار دیا ہے، محترم اثرم کہتے ہیں کہ امام احمد نے ان کا تذکرہ ان کی تعریف سے شروع کیا اور فرمایا: میں تو ان کے بارے میں اچھا گمان رکھتا ہوں۔“

قَالَ يَعْقُوبُ بْنُ شَيْبَةَ: ثِقَّةٌ صُدُوقٌ ، ذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي الثَّقَاتِ

[تہذیب التہذیب: ج ۳ ص ۲۱۸]

”امام یعقوب بن شیبہ نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے اور امام ابن حبان نے ان کا ذکر خیر اپنی معروف کتاب ”الثقات“ میں کیا ہے۔“

## الھیشم ماہرین فن کی نظر میں

قَالَ الذَّهَبِيُّ: الْفَقِيهُ الْحَافِظُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَدَرْتُ ثِقَّةً وَقَالَ

النَّسَائِيُّ: لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ . [تذکرۃ الحفاظ: ج ۱ ص ۲۸۵]

”امام ذہبی فرماتے ہیں کہ وہ فقیہ اور محدث تھے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ وہ قدری تھے تاہم ثقہ تھے اور امام نسائی فرماتے ہیں لیس بہ باس۔“

قَالَ أَبُو حَاتِمٍ: مَا عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا، قَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ: لَا بَأْسَ بِهِ

[الجرح والتعديل: ج ۹ ص ۸۲]

قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: لَا أَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا ..... ذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي الثِّقَاتِ

[تهذيب التهذيب: ج ۱۱ ص ۸۳]

امام ابو حاتم اور امام احمد ان کے بارے میں فرماتے ہیں ہم تو ان میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتے یحییٰ بن معین ان کے بارے میں لا باس بہ کہتے ہیں اور امام ابن حبان انہیں ثقہ قرار دیتے ہیں۔

## ثور بن یزید کا تعارف

قَالَ ابْنُ مَعِينٍ: مَا رَأَيْتُ شَامِيًا أَوْ تَقَى مِنْهُ وَقَالَ ابْنُ سَعْدٍ: ثِقَّةٌ فِي

الْحَدِيثِ وَقَالَ ابْنُ عَدِيٍّ: لَا أَرَى فِي حَدِيثِهِ بَأْسًا إِذَا رَوَى عَنْهُ

ثِقَّةٌ أَوْ صُدُوقٌ وَقَالَ دُحَيْمٌ: ثِقَّةٌ وَقَالَ النَّسَائِيُّ وَ مُحَمَّدُ بْنُ

عَوْفٍ: ثِقَّةٌ وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ صُدُوقٌ حَافِظٌ وَ ذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي

الثِّقَاتِ. [المسائل العذب المورود: ج ۵ ص ۱۲۸]

”امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں! میں نے کوئی شامی ان سے زیادہ ثقہ نہیں

دیکھا، ابن سعد فرماتے ہیں کہ وہ حدیث میں ثقہ ہیں، ابن عدی کہتے ہیں کہ

جب ان سے روایت کرنے والا ثقہ یا صدوق ہو تو اس وقت میری تحقیق

کے مطابق ان کی روایت میں کوئی علت نہیں ہوتی۔ امام نسائی اور امام

دحیم کہتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ وہ صدوق اور

حافظ ہے۔ امام ابن حبان نے ان کا تذکرہ کتاب الثقات میں کیا ہے۔

مولوی خلیل الرحمن سہارنپوری حنفی فرماتے ہیں وہ ثقہ اور مثبت ہے یعنی اعلیٰ

درجہ کا ثقہ ہے۔“ [بذل المجود: ج ۱ ص ۸۳]

## سلیمان بن موسیٰ کا تعارف

قَالَ ابْنُ عَدَى: ثَبَّتْ صُدُوقٌ قَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ: سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى ثِقَةٌ وَحَدِيثُهُ صَحِيحٌ عِنْدَنَا قَالَ دَحِيمٌ: ثِقَةٌ.

[تہذیب الجہذیب: ج ۳ ص ۱۹۸]

قَالَ أَبُو حَاتِمٍ: سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى مَحَلُّهُ الصُّدُوقُ وَفِي حَدِيثِهِ بَعْضُ الْأَضْطِرَابِ . [الجرح والتعديل: ج ۳ ص ۱۳۲]

ذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي الثِّقَاتِ . [میزان الاعتدال: ج ۳ ص ۳۱۹]

امام ابن عدی نے انہیں اعلیٰ درجہ کا ثقہ قرار دیا ہے۔ امام یحییٰ بن معین نے انہیں ثقہ اور ان سے مروی احادیث کو صحیح کہا ہے۔ امام ابن حبان اور دحیم نے انہیں ثقہ کہا ہے امام ابو حاتم نے کہا کہ اس کی بعض روایات میں اضطراب ہے۔

## طاؤس کا تعارف

طاؤس صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا راوی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

إِنِّي لَا ظَنُّ طَاوُسًا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ . [تہذیب الجہذیب: ج ۳ ص ۹]

”مجھے یقین ہے کہ طاؤس اہل جنت میں سے ہیں۔“

امام زہری فرماتے ہیں:

لَوْ رَأَيْتَ طَاوُسًا عَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَكْذِبُ . [تہذیب الجہذیب: ج ۳ ص ۹]

”اگر آپ طاؤس کو دیکھ لیں تو یقیناً آپ اس کی راست بازی کے معترف

ہوں گے۔“



## اس روایت پر اعتراضات اور ان کے جوابات

اعتراض نمبر ۱: یہ روایت مرسل ہے۔

جواب: بلاشبہ یہ روایت مرسل ہے تاہم احناف کے نزدیک مرسل روایت بلا شرط حجت ہے جب کہ شوافع اور اہلحدیث کے نزدیک مرسل روایت اس وقت تک حجت نہیں جب تک مرفوع حدیث موجود نہ ہوگی۔ علامہ محمود السبکی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَهُوَ إِنْ كَانَ مُرْسَلًا حُجَّةً عِنْدَ أَكْثَرِ الْأَئِمَّةِ مُطْلَقًا وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ يُحْتَجُّ بِالْمُرْسَلِ إِذَا اغْتَضَدَ وَقَدْ جَاءَ مَا يُعْضِدُهُ فَقَدْ رَوَى أَحْمَدُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنَا سِمَاكٌ عَنْ قُبَيْصَةَ بْنِ هَلْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ وَرَأَيْتُهُ يَضَعُ هَذِهِ عَلَى صَدْرِهِ وَوَضَعَ يَحْيَى الْيَمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فَوْقَ الْمِفْصَلِ وَرَوَى ابْنُ حُزَيْمَةَ فِي صَحِيحِهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اهـ۔ [المصل العذب المورود: ج ۵ ص ۱۶۶]

”اکثر ائمہ کے نزدیک مرسل روایت بلا شرط حجت ہے۔ جبکہ امام شافعی کے نزدیک مرسل روایت اس وقت حجت ہوگی جب کوئی دوسری روایت اس کی مؤید ہوگی۔ بلاشبہ ایسی احادیث موجود ہیں جو اسے تقویت دیتی ہیں، ایک روایت مسند احمد میں حضرت ہلب طائی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جبکہ دوسری حدیث حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔“

امام ابوداؤد مرسل روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

أَمَّا الْمَرَّاسِيلُ فَقَدْ كَانَ يُحْتَجُّ بِهَا الْعُلَمَاءُ فِيمَا مَضَى مِثْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَالْأَوْزَاعِيِّ حَتَّى جَاءَ شَافِعِيُّ فَتَكَلَّمَ فِيهَا وَتَابَعَهُ عَلَى ذَلِكَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَغَيْرُهُ فَإِذَا

لَمْ يَكُنْ مُسْنَدٌ غَيْرَ الْمَرَا سِيلِ وَلَمْ يُوْجَدْ الْمُسْنَدُ فَالْمُرْسَلُ  
يَحْتَجُّ بِهِ. [رسالہ امام ابو داؤد والی الملئ مئئ: ص ۲۵]

”متقدمین علماء مثلاً، امام سفیان ثوری، امام مالک اور امام اوزاعی مرسل روایت کو حجت تسلیم کرتے تھے لیکن جب امام شافعی کا دور آیا تو انہوں نے مرسل روایت کی عدم حجت کی بات کی۔ امام احمد نے بھی امام شافعی کی موافقت کی۔ واضح رہے کہ جب مرسل کے علاوہ کوئی دوسری روایت نہ ہو گی تو اس وقت مرسل حجت ہوگی۔“

اعتراض نمبر ۲: الھیشم بن حمید پر کلام ہے۔

جواب: الھیشم بن حمید کو اکثر ائمہ نے ثقہ قرار دیا ہے البتہ ابو مسھر نے ان پر جرح کی ہے وہ بھی خفیف سی جرح جو تعدیل کے قریب تر ہے جبکہ توشیح کے الفاظ دوسرے درجے کے ہیں نیز جنہوں نے ان کی توشیح بیان کی ہیں وہ علم الرجال میں ید طولی رکھتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۳: اس روایت کی سند میں سلیمان بن موسیٰ نامی راوی ہے اس پر بھی جرح ہے۔  
جواب: امام یحییٰ بن معین اور امام نسائی کا شمار تشددین میں ہوتا ہے۔ امام یحییٰ نے ان کی توشیح بیان کی جبکہ امام نسائی نے ان پر جرح کی ہے جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ایسی صورت میں توشیح معتبر ہوگی جبکہ جرح غیر معتبر ہوگی رہا امام بخاری کا یہ کہنا کہ عِنْدَهُ مَنَا كِبْرٌ تو اس بارے میں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ کسی راوی کے پاس چند منکر روایات کا ہونا اس کی عدالت کو مانع نہیں لہذا یہ اعتراض بھی باطل ہے۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ یہ دونوں راوی ثقہ ہیں اور درج بالا روایت صحیح ہے۔

دلیل نمبر ۵

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قَدَامَةَ بْنِ أَنْعَيْنِ عَنْ أَبِي بَدْرٍ عَنْ أَبِي طَالُوْتٍ  
عَبْدِ السَّلَامِ عَنِ ابْنِ جَرِيْرٍ الصَّنْبِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
يُمْسِكُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ عَلَى الرَّسْغِ فَوْقَ الشَّرَةِ. [ابو داؤد سنن ابن الامرب]

”حضرت جریر کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ کر انہیں ناف سے اوپر رکھ لیا۔“

## رواۃ کی استنادی حیثیت

### محمد بن قدامہ کا تعارف

امام ذہبی فرماتے ہیں: مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَعْيُنِ الْمُصْبِصِيِّ شَيْخُ أَبِي دَاوُدَ وَالنَّسَائِيِّ ثِقَّةٌ. محمد بن قدامہ بن اعین امام ابوداؤد اور امام نسائی کے استاد مکرم ہیں اور وہ ثقہ ہیں۔ [میزان الاعتدال: ج ۶ ص ۳۰۷]

قَالَ النَّسَائِيُّ: لَا بَأْسَ بِهِ وَقَالَ مَرَّةً صَالِحٌ وَقَالَ الدَّارِقُطَنِيُّ: ثِقَّةٌ قَالَ سَلْمَةُ بْنُ الْقَاسِمِ ثِقَّةٌ صُدُوقٌ.

[تہذیب الجہذیب: ج ۹ ص ۳۶۳۔ تہذیب الکمال: ج ۳ ص ۱۲۶۰۔ الکاشف: ج ۳ ص ۹۰]

”امام نسائی فرماتے ہیں کہ صالح الحدیث ہیں ان میں کوئی قباحت نہیں۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں وہ ثقہ ہیں اور ابن قاسم فرماتے ہیں وہ اعلیٰ درجہ کے ثقہ ہیں۔“

ذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي الثَّقَاتِ. [کتاب الثقات: ج ۹ ص ۱۱۱]

”امام ابن حبان نے ان کا تذکرہ ”کتاب الثقات“ میں کیا ہے۔“

### ابو بدر کا تعارف

آپ صحیحین کے راوی ہیں ان کی ثقاہت پر ماہرین فن کا اجماع ہے۔

تہذیب الکمال: ج ۱ ص ۴۴۳۔ تہذیب الجہذیب: ج ۴ ص ۲۷۲۔ الکاشف: ج ۲

ص ۷۰۔ تاریخ الکبریٰ: ج ۴ ص ۲۶۱۔ مقدمۃ فتح الباری: ص ۴۰۹۔ کتاب الثقات: ج ۶ ص

۴۵۱۔ التاریخ لابن معین: ص ۲۴۹۔ تذکرۃ الحفاظ: ج ۱ ص ۳۲۸۔ طبقات الحفاظ: ص ۱۳۸۔

### ابو طالت عبد السلام کا تعارف

قَالَ الْأَثَرِيُّ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ وَسَمِعَ عَنْ

عَبْدُ السَّلَامِ بْنِ شَدَادٍ أَبِي طَالُوتَ فَقَالَ لَا أَعْلَمُ إِلَّا ثِقَّةً قَالَ عَبْدُ  
الرَّحْمَنِ سَأَلْتُ أَبِي عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ أَبِي طَالُوتَ فَقَالَ تُكْتَبُ  
حَدِيثُهُ. [الجرح والتعديل: ج ۶ ص ۳۵]

قَالَ ابْنُ مَعِينٍ: ثِقَّةٌ وَذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي الثِّقَاتِ.

[تہذیب التہذیب: ج ۶ ص ۲۸۲]

”امام احمد، امام یحییٰ ابن معین اور امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں۔“

### غزو ان بن جریر کا تعارف

غَزْوَانُ بْنُ جَرِيرٍ رَوَى عَنْ أَبِيهِ رَوَى عَنْهُ الْأَخْضَرِيُّ وَعَبْدُ  
عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ شَدَادٍ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ ذَلِكَ.

[کتاب الجرح والتعديل: ج ۷ ص ۵۵]

ذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي الثِّقَاتِ. [تہذیب التہذیب: ج ۸ ص ۲۲۰]

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جبکہ ان  
سے اخضر بن عجلان اور عبدالسلام روایت کرتے ہیں امام ابن حبان نے انہیں ثقہ کہا ہے۔

### جریر الضعی کا تعارف

امام ابو حاتم ان کا تعارف درج ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

جَرِيرٌ الضَّعِيٌّ وَالِدُ غَزْوَانَ رَوَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَرَوَى  
عَنْهُ ابْنُهُ غَزْوَانٌ. [الجرح والتعديل: ج ۶ ص ۵۰۲]

”محترم جریر غزو ان کے والد اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔“

مندرجہ بالا بیانات سے یہ واضح ہوا کہ اس روایت کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں نیز  
ان میں سے کسی سے تدلیس کرنا بھی ثابت نہیں۔ تاہم اس روایت پر یہ اعتراض کیا جاسکتا  
ہے کہ اس روایت میں ”علی صدرہ“ کے الفاظ نہیں ہیں بایں وجہ یہ اثر الہدیت کی دلیل  
نہیں بن سکتا۔

جواب:

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ زیر مطالعہ اثر میں فوق السرة کے الفاظ ہیں مگر اس حقیقت سے انکار کون کر سکتا ہے؟ کہ صدر (سینہ) فوق السرة ہی ہے۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی تفسیری روایت ان کے اس عمل کی بھی تفسیر ہے۔ لہذا فوق السرة کو علی صدرہ پر محمول کیا جائے گا۔

دلیل نمبر ۶

عَنْ مُوسَى بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ حَمَادِ بْنِ سَلْمَةَ سَمِعَ عَصِمَ  
الْجَحْدَرِيَّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ ظَبْيَانَ عَنْ عَلِيٍّ: فَصَلَ لِرَبِّكَ  
وَأَنْحَرُ: وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى وَسْطِ سَاعِدِهِ عَلَى صَدْرِهِ .

[التاريخ الكبير - السنن الكبرى للبيهقي: ج ۲ ص ۳۱۶]

”حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ارشاد باری تعالیٰ فَصَلَ لِرَبِّكَ  
وَأَنْحَرُ سے مراد دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھ کر سینہ پر رکھنا ہے۔“

علامہ ابن ترکمانی حنفیؒ اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فِي سَنَدِهِ وَمَتْنِهِ إِضْطِرَابٌ . [الجواهر العتي: ج ۲ ص ۳۰]

”اس کی سند اور متن میں اضطراب ہے۔“

جواب: علامہ ابن الصلاح مضطرب روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الْمُضْطَرَّبُ مِنَ الْحَدِيثِ هُوَ الَّذِي تَخْتَلِفُ الرَّوَايَةُ فِيهِ فَيَرَوِيهِ  
بَعْضُهُمْ عَلَى وَجْهِ وَبَعْضُهُمْ عَلَى وَجْهِ آخَرَ مَخَالِفٍ لَهُ وَإِنَّمَا  
نُسِمِيهِ مُضْطَرَّبًا إِذَا تَسَاوَتِ الرَّوَايَتَانِ أَمَا إِذَا تَرَجَّحَتْ  
إِحْدَاهُمَا بِحَيْثُ لَا تَقَاوُمُهَا الْآخَرَى بَانَ يَكُونُ رَاوِيَهَا أَحْفَظَ  
أَوْ أَكْثَرَ ضَجْبَةً لِلْمَرْوِيِّ عَنْهُ أَوْ غَيْرُ ذَلِكَ مِنْ وَجْهِهِ  
التَّرْجِيحَاتِ الْمُعْتَمَدَةُ فَالْحُكْمُ لِلرَّاجِحَةِ وَلَا يُطْلَقُ عَلَيْهِ



جَيْنِدٌ وَصَفُ الْمُضْطَرَبِ . [مقدمہ ابن الصلاح]

”مضطرب روایت وہ ہے جسے بعض تلامذہ ایک طرح کے الفاظ سے بیان کریں جبکہ دوسرے ان کے متضاد الفاظ نقل کریں بشرطیکہ دونوں طرف کے رواۃ حفظ و اتقان میں برابر ہوں ایسی روایت کو ہم مضطرب روایت کے نام سے یاد کرتے ہیں لیکن جب ایک طریق دوسرے طریق پر برتری رکھتا ہو یعنی اس طریق کے رواۃ حفظ و اتقان میں مضبوط ہوں یا انہیں اپنے شیخ کی خدمت میں زیادہ عرصہ رہنے کا شرف حاصل ہو یا ترجیح کی دیگر قابل اعتبار صورتوں میں سے کوئی صورت ہو تو ایسی روایت راجح ہوگی اس لیے اس قسم کی روایت پر مضطرب کا اطلاق نہیں ہوگا۔“

علامہ ابن صلاح کے درج بالا بیان کی روشنی میں زیر مطالعہ تفسیری روایت کے اضطراب کو حل کیا جاسکتا ہے۔

عاصم بن العجاج الحمد رى اپنے شیخ کا نام کبھی عقبہ بلا نسبت نقل کرتے ہیں اور کبھی عقبہ بن صہبان اور کبھی عقبہ بن ظہیان اور کبھی عقبہ بن ظہیر نقل کرتے ہیں۔ امام بخاری اور امام ابو حاتم کے نزدیک عاصم کے شیخ کا اصل نام عقبہ بن ظہیان ہے جبکہ انہیں عقبہ بن ظہیر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے کسی آدمی کو ایک سے زیادہ ناموں سے یاد کیا جانا عقلاً اور نقلاً بعید نہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بلا نسبت بھی پکارا ہے ارشاد باری تعالیٰ ﴿إِذْ قَالَ اللَّهُ يُعِيسِي اِنِّي مُتَوَفِّيكَ﴾ [آل عمران: ۵۵] اور لفظ عیسیٰ کو محترمہ مریم کی طرف منسوب کر کے بھی استعمال کیا ہے جیسے ﴿إِذْ قَالَ اللَّهُ يُعِيسِي ابْنَ مَرْيَمَ﴾ [۵/ المائدہ: ۱۱۶] جبکہ ان کا تذکرہ المسیح کے نام سے بھی کیا ہے مثلاً ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ [۵/ المائدہ: ۷۲]

کثرت تلامذہ

زیادہ تلامذہ ایک طرح کے الفاظ نقل کریں جبکہ کم تلامذہ ان سے اختلاف

کریں ایسی صورت میں کثرت طرق کو ترجیح حاصل ہوگی جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

(كَانَ) مَا انفردَ بِهِ (شَاذًا مَرْدُودًا) قَالَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ وَمُقَابِلُهُ يُقَالُ لَهُ الْمَحْفُوظُ قَالَ مِثَالُهُ مَارَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ مِنْ طَرِيقِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَوْسَجَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا تَوَفَّى عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَلَمْ يَدَعْ وَارِثًا إِلَّا مَوْلَى هُوَ اعْتَقَهُ (الْحَدِيثُ) وَتَابَعَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَلَى وَصْلِهِ ابْنُ جُرَيْجٍ وَغَيْرُهُ وَخَالَفَهُمْ حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ فَرَوَاهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَوْسَجَةَ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ أَبُو حَاتِمٍ الْمَحْفُوظُ حَدِيثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ فَحَمَادُ بْنُ زَيْدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِدَالَةِ وَالضَّبْطِ وَمَعَ ذَلِكَ رَجَّحَ أَبُو حَاتِمٍ رِوَايَةَ مَنْ هُمْ أَكْثَرُ عَدَدًا مِنْهُ قَالَ وَعُرِفَ مِنْ هَذَا التَّقْرِيرِ أَنَّ الشَّاذَّ مَارَوَاهُ الْمَقْبُولُ مَخَالِفًا لِمَنْ هُوَ أَوْلَى مِنْهُ قَالَ وَهَذَا هُوَ الْمُعْتَمَدُ فِي حَيْدِ الشَّاذِّ بِحَسَبِ الْإِصْطِلَاحِ. [تدریب الراوی: ج ۱ ص ۸۲]

”جو راوی تہا ہوگا اس کی روایت مردود ہوگی۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں دوسری روایت کو محفوظ کہا جائے گا جیسا کہ امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ رحمہم اللہ نے ابن عیینہ از عمرو بن دینار از عوسجہ از ابن عباس رضی اللہ عنہم کے طریق سے نقل کی ہے کہ ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں انتقال کر گیا اس کا وارث فقط اس کا آزاد کردہ غلام تھا اس روایت کو موصولاً بیان کرنے میں ابن عیینہ کی متابعت ابن جریر نے کی ہے جبکہ حماد بن سلمہ نے ان کی مخالفت کی ہے کیونکہ وہ اس روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہم کا ذکر نہیں کرتے چنانچہ امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ ابن عیینہ سے مروی حدیث محفوظ

ہے شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ حماد بن سلمہ عدل و ضبط کے اوصاف سے متصف ہیں اس کے باوجود ابو حاتم نے اس روایت کو محفوظ قرار دیا ہے جس کو بیان کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اس بحث سے یہ معلوم ہوا شاذ روایت وہ ہے جسے مقبول راوی اپنے سے بہتر راوی کے مخالف بیان کرے۔“

درج بالا بیان کی روشنی میں یہ حقیقت جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ ابو الولید الطیالسی اور موسیٰ بن اسماعیل میں سے کس کی روایت محفوظ ہے اور کس کی شاذ؟  
محترم ابو الولید الطیالسی محترم حماد بن سلمہ سے جو الفاظ نقل کرتے ہیں وہ الفاظ حماد بن سلمہ کا کوئی اور شاگرد حماد بن سلمہ سے نقل نہیں کرتا جبکہ محترم موسیٰ بن اسماعیل جو الفاظ محترم حماد بن سلمہ سے نقل کرتے ہیں وہی الفاظ محترم حماد بن سلمہ سے ان کے ایک اور شاگرد محترم شبان بن فروخ بھی نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا شَيْبَانُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ سَلْمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ  
الْجَحْدَرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ صَهْبَانَ كَذَا قَالَ إِنَّ عَلِيًّا قَالَ  
فِي هَذِهِ الْآيَةِ "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَأَنْحَرْ" قَالَ وَضَعُ يَدِهِ الْيُمْنَى  
عَلَى وَسْطِ يَدِهِ الْاَيْسَرَى عَلَى صَدْرِهِ. [السنن الكبرى للبيهقي: ج ۲ ص ۳۱۸]

اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ موسیٰ بن اسماعیل کی روایت محفوظ ہے جبکہ ابو الولید کی روایت شاذ اور مردود ہے کیونکہ موسیٰ بن اسماعیل کی متابعت شبان بن فروخ کر رہے ہیں۔ واضح رہے کہ شبان بن فروخ صحیح مسلم کے راوی ہیں۔

(۲) کثرت تلمذ:

باہم متضاد الفاظ نقل کرنے والے رواۃ میں سے کسی بھی راوی کا اگر متابع موجود نہیں تو پھر دیکھا جائے گا کہ ان میں سے کثرت تلمذ کا شرف کسے حاصل ہے؟ جسے کثرت تلمذ کا شرف حاصل ہوگا اس کی روایت محفوظ اور قابل اعتماد ہوگی۔

(أَوْ كَثْرَةَ صُحْبَتِهِ الْمُرَوِي عَنْهُ أَوْ غَيْرُ ذَلِكَ) مِنْ وَجْهِ

التَّرْجِيحَاتِ. [تدریب الراوی شرح تقریب النووی: ج ۱ ص ۹۳]

”موسیٰ بن اسماعیل اور ابوالولید الطیالسی دونوں صحیحین کے راوی اور حدیث کے امام ہیں۔ حافظ ابن حجر ابوالولید کا تذکرہ کرتے ہوئے انہیں الحافظ

الامام الحجّہ جیسے القابات سے یاد فرماتے ہیں۔“ [تہذیب العہدیب: ج ۱۱ ص ۳۲]

”جبکہ امام ذہبی موسیٰ بن اسماعیل کا ذکر کرتے ہوئے انہیں ”الحافظ

الحجّہ الاعلام“ جیسے القابات سے یاد فرماتے ہیں۔“ [میزان الاعتدال: ج ۶ ص ۵۲۶]

اس اعتبار سے تو دونوں بلند مرتبہ ہیں لیکن ان دونوں کا تقابل اگر حماد بن سلمہ

کے شاگرد ہونے کے اعتبار سے کیا جائے تو موسیٰ بن اسماعیل کو ابوالولید پر برتری حاصل

ہے کیونکہ ابوالولید کو حماد بن سلمہ کی شاگردی کا شرف اس وقت حاصل ہوا جب حماد بن سلمہ کی

قوت یادداشت جواب دے چکی تھی جیسا کہ امام ابوہاتم فرماتے ہیں:

بِسْمَاعِهِ مِنْ حَمَادِ بْنِ سَلْمَةَ فِيهِ شَيْءٌ كَأَنَّهُ سَمِعَ مِنْهُ بِأَخْرَجَةٍ وَكَانَ

حَمَادًا سَاءَ حِفْظُهُ فِي آخِرِ عُمُرِهِ. [کتاب البحر والتعديل: ج ۹ ص ۶۶]

”یعنی محترم ابوالولید الطیالسی نے محترم حماد بن سلمہ سے جو کچھ سنا ہے اس میں

موجب تذبذب مواد موجود ہے کیونکہ ابوالولید حماد بن سلمہ سے اس وقت فیض یاب ہوئے

جب وہ اپنی زندگی کا آخری حصہ گزار رہے تھے جس میں ان کی قوت یادداشت جواب دے

چکی تھی۔ جبکہ موسیٰ بن اسماعیل حماد بن سلمہ کی خدمت میں عرصہ دراز تک رہے جیسا کہ

امام ذہبی فرماتے ہیں:

وَسَمِعَ مِنْ حَمَادِ بْنِ سَلْمَةَ تَصَانِيفَهُ. [تذكرة الحفاظ: ج ۱ ص ۳۹۳]

اسباب ترجیح کے درج بالا دونوں اسباب زبان حال و قال سے یہ کہہ رہے ہیں

کہ موسیٰ بن اسماعیل کی روایت راجح اور محفوظ ہے جبکہ ابوالولید الطیالسی سے مروی روایت

شاذ اور مردود ہے۔

## (۳) کثرت عدل و ضبط

اعتراض: ابو الولید کو قوت یادداشت میں موسیٰ بن اسماعیل پر برتری حاصل ہے جیسا کہ امام ابو نعیم فرماتے ہیں:

لَوْلَا أَبُو الْوَلِيدِ مَا أَشْرْتُ عَلَيْكَ أَنْ تَقْدِمَ الْبَصْرَةَ فَإِنْ دَخَلْتَهَا  
لَا تَجِدُ فِيهَا إِلَّا مُعَقَّلًا إِلَّا أَبَا الْوَلِيدِ. [كتاب الجرح والتعديل: ج ۹ ص ۶۵]  
”اگر بصرہ میں ابو الولید نہ ہوتے تو میں آپ کو بصرہ جانے کا مشورہ نہ  
دیتا اگر آپ بصرہ جائیں گے تو آپ ابو الولید کے علاوہ دیگر کو غافل  
پائیں گے۔“

جبکہ امام ابو حاتم فرماتے ہیں:

وَمَا رَأَيْتُ فِي يَدِهِ كِتَابًا قَطُّ. [الجرح والتعديل: ج ۹ ص ۶۶]  
”یعنی میں نے ان کے ہاتھ میں کبھی کتاب نہیں دیکھی۔“

جواب: موسیٰ بن اسماعیل کا انتقال ۲۲۳ھ میں ہوا جبکہ ابو الولید کا انتقال ۲۲۲ھ میں  
ہوا اس لئے ممکن ہے کہ امام ابو نعیم نے محمد بن مسلم کو یہ مشورہ اس وقت دیا ہو جب موسیٰ  
بن اسماعیل انتقال کر چکے ہوں اس صورت میں ابو الولید کو موسیٰ بن اسماعیل پر برتری  
کیسے ہو سکتی ہے؟

امام ابو حاتم نے اگر ابو الولید کے بارے میں مَا رَأَيْتُ فِي يَدِهِ كِتَابًا قَطُّ فرمایا  
ہے تو امام ابو حاتم موسیٰ بن اسماعیل کے بارے میں درج ذیل توصیفی کلمات فرماتے ہیں:  
وَلَا أَعْلَمُ أَحَدًا بِالْبَصْرَةِ مِمَّنْ أَدْرَكْنَاهُ أَحْسَنَ حَدِيثًا مِنْ أَبِي  
سَلْمَةَ. [كتاب الجرح والتعديل: ج ۸ ص ۱۳۶]

”بصرہ میں میرا واسطہ جن شیوخ سے پڑا ہے میں نے ان میں موسیٰ بن  
اسماعیل کو روایت حدیث میں بہتر پایا ہے۔“

امام ابو حاتم کے دونوں اقوال پر غور فرمائیں پھر بتائیں کہ درج بالا دونوں

شخصیات میں سے عدل و ضبط میں برتری کے حاصل ہے؟

امام ابو حاتمؒ نے ابوالولیدؒ کے بارے میں جو توصیفی کلمات فرمائے ہیں ان میں ایک کا اثبات دوسرے کی نفی پر دلالت نہیں کرتا یعنی اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ امام ابو حاتمؒ نے صرف ابوالولیدؒ ہی کے ہاتھ میں کتاب نہیں دیکھی جبکہ امام ابو حاتمؒ نے موسیٰ بن اسماعیلؒ کے بارے میں جو توصیفی کلمات استعمال کئے ہیں ان میں تقابل کا پہلو عیاں ہے یعنی بصرہ کے تمام شیوخ میں فقط موسیٰ بن اسماعیلؒ ہی کو حسن حدیث میں سدا امتیاز حاصل ہے۔

موسیٰ بن اسماعیلؒ اور شیبان فروخؒ کے توسط سے جو تفسیری روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہی تفسیر مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

دلیل نمبر ۷

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ " فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ " قَالَ وَضَعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ النَّحْرِ .

[السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲ ص ۳۱۸]

دلیل نمبر ۸: اسی طرح یہی تفسیر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ [ایضاً]

دلیل نمبر ۹: نیز اس تفسیر کو لغوی تائید بھی حاصل ہے جیسا کہ امام رازی اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے پانچ اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قَالَ الْوَّاحِدِيُّ وَأَصْلُ هَذِهِ الْأَقْوَالِ كُلِّهَا مِنَ النَّحْرِ الَّذِي

هُوَ الصَّدْرُ . [التفسیر الکبیر: ج ۲ ص ۱۳۵]

عربی زبان کی معروف کتاب ”المنجد“ میں ہے ”النَّحْرُ نُحُورٌ أَعْلَى الصَّدْرِ“ عربی لغت کی ایک اور کتاب ”فقه اللسان“ میں ہے ”النَّحْرُ الصَّدْرُ وَالنُّحُورُ الصُّدُورُ“ (ص ۳۲) عربی لغت کی ایک مستند کتاب ”المعجم الوسيط“ میں ہے ”النَّحْرُ أَعْلَى الصَّدْرِ“ (ج ۲ ص ۹۰۶) یعنی نحر سینے یا سینے کے اوپر کے حصہ کو کہتے ہیں۔

## احناف کے دلائل اور ان کے جوابات

لیل و نہار کے تغیر و تبدل نے نہ صرف آب و ہوا کو متاثر کیا بلکہ بنی آدم کو بھی بڑی حد تک متاثر کیا، وہ انسان جو کبھی زبان و بیان کے سحر سے متاثر ہو کر تقلید کی زنجیریں مذہبی فریضہ سمجھ کر زیب تن کر لینے کو عقیدت و احترام کی معراج یقین کرتا تھا، آج وہی انسان اپنے ہر سوال کا جواب دلائل و براہین کی روشنی میں حاصل کرنے کا خواہشمند نظر آتا ہے۔

عصر حاضر کے انسان کی اس ارتقائی سوچ نے تقلیدی ایوانوں میں کھلبلی مچادی ہے بایں سبب تقلیدی مذہب کے ناخدا اُس امر پر مجبور ہو چکے ہیں جو ان کیلئے کسی طرح بھی روانہ تھا یعنی اپنے امام کے قول و فعل کو کتاب و سنت کی روشنی میں صائب ثابت کریں، اس ناروا فعل کو سرانجام دینے کیلئے ہمارے دوستوں نے اغیار کی خدمات مستعار لینے سے بھی گریز نہیں کیا، مسند زید بن علی کی من گھڑت روایات کو بطور حجت پیش کرنا اس قسم کی کوششوں کا ایک حصہ ہے۔ اسی طرح چند دیگر خود ساختہ روایات کے مجموعے اور بعض کتب احادیث میں تحریف و اضافہ کر کے یہ بات باور کرائی جا رہی ہے کہ اختلافی مسائل پر وہ بھی کتاب و سنت سے دلائل رکھتے ہیں حالانکہ اب تک ہمارے بھائی یہ راگ الاپتے رہے ہیں: **أَمَّا الْمُقَلِّدُ فَمُسْتَنَدُهُ فِي تَحْصِيلِ الْعِلْمِ بِوَجُوبِ الْعَمَلِ بِأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ قَوْلُ مُجْتَهِدِهِ** (کشف الہم ممانی المسلم ص ۱۳) امور شرعیہ میں مقلد کیلئے امام کا قول ہی سند ہے۔

کتاب و سنت سے نا آشنا اور اپنے مسلک سے نابلد چند دوست مسلمہ حقیقتوں سے انحراف کر کے جدل کے خود ساختہ اصول وضع کر کے حقیقت کی سنہری کرنوں کو ایک بار پھر جہالت کے تاریک بادلوں میں چھپانے کیلئے سرگرم عمل ہیں، وطن عزیز کے بیشتر چھوٹے بڑے شہروں میں مختلف ناموں سے کبھی چند سوالوں پر مشتمل اور کبھی چند ضعیف یا موضوع روایات پر مشتمل اشتہارات وقفے وقفے سے شائع کر رہے ہیں اس قسم کا ایک اشتہار میرے

سامنے ہے اس اشتہار کا عنوان ہے: ہم سنی مسلمان نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ کیوں باندھتے ہیں؟ یہ اشتہار چھ روایات پر مشتمل ہے، زیر نظر اوراق میں ان چھ اور اس موضوع پر چند دیگر دلائل کی حقیقت کی نقاب کشائی کی گئی ہے۔

دلیل نمبر ۱

(حَدَّثَنَا) زَيْدُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ ثَلَاثٌ مِنْ أَخْلَاقِ الْأَنْبِيَاءِ صَلَاةُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ نَعَجِيلُ الْإِفْطَارِ وَتَأْخِيرُ السُّحُورِ وَوَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ. [مسند زید بن علی]

جواب: کتاب کے نام سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے مؤلف محترم زید بن علیؑ یا ان کے کوئی شاگرد رشید ہیں مگر درحقیقت ایسا نہیں، اس کتاب کا مؤلف عبدالعزیز بن اسحاق بن بقال ہے، یہ محترم زید بن علی کے قتل سے تقریباً ڈیڑھ صدی بعد پیدا ہوا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کی تحقیق کے مطابق زید بن علی کا قتل ۱۲۲ھ میں ہوا جبکہ ابن سعد کا کہنا ہے کہ وہ صفر ۱۲۰ھ میں قتل ہوئے۔ [تہذیب التہذیب: ج ۳ ص ۳۶۲]

مسند زید بن علی کے مؤلف کے بارے میں امام ذہبیؒ راقم طراز ہیں:

عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ الْبُقَالِ كَانَ فِي حُدُودِ السَّيْتَيْنِ وَثَلَاثِمِائَةٍ قَالَ ابْنُ أَبِي الْفَوَارِسِ الْحَافِظُ: لَهُ مَذْهَبٌ خَبِيثٌ وَلَمْ يَكُنْ فِي الرَّوَايَةِ بِذَلِكَ سَمِعْتُ مِنْهُ أَحَادِيثَ فِيهَا أَحَادِيثٌ رَدِيَّةٌ [ميزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۵۸] قُلْتُ: لَهُ تَصَانِيفٌ عَلَى رَأْيِ الزَّيْدِيَّةِ عَاشَ تِسْعِينَ عَامًا. [ايضاً]

”عبدالعزیز بن اسحاق بن جعفر البقال تین سو ساٹھ (۳۶۰ھ) کے قریب گزرا اس کے بارے میں امام ابن ابی الفوارس فرماتے ہیں کہ یہ خبیث مسلک کا پیروکار تھا اور روایت حدیث میں اچھی شہرت کا حامل نہ تھا میں نے ان سے جو احادیث سنی ہیں ان میں سے بیشتر احادیث مردود ہیں، امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ اس نے زید یہ فرقہ کے حق میں



کتابیں تحریر کی ہیں۔ واضح رہے کہ زید یہ اہل تشیع کے غالی فرقوں میں شمار ہوتا ہے اس فرقہ کے بارے میں بہت سی معلومات تاریخ فاطمین مصر نامی کتاب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ پیر عبدالقادر جیلانیؒ اس فرقہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”صرف فرقہ زید یہ کا اسی بات پر اتفاق ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

خلافت کا حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہی تھا لیکن بعد میں ایسا نہ ہوا، نعوذ باللہ۔

سب لوگ مرتد ہو گئے۔“ [غنیۃ الطالبین: ص ۱۸۰]

ظاہر ہے کہ جس کتاب کا مؤلف خبیث نظریات کا حامل ہو اور وہ روایت حدیث میں بری شہرت رکھتا ہو اس کی تالیف کردہ کتاب کی استنادی حیثیت کیا ہوگی۔

اس کتاب کا ایک اہم راوی ابو خالد عمرو بن خالد واسطی ہے یہ وہ راوی ہے جو مسند علی کی ہر روایت میں موجود ہے زیر بحث روایت کا مرکزی کردار بھی یہی راوی ہے، یہ راوی تمام نامور محدثین کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے۔

عمرو بن خالد کے بارے میں امام احمدؒ کے فرمودات

قَالَ الْأَثَرُ عَنْ أَحْمَدَ: كَذَّابٌ يَرْوِي عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ آبَائِهِ

أَحَادِيثٌ مَوْضُوعَةٌ. [تہذیب التہذیب: ج ۸ ص ۲۴]

”یعنی عمرو بن خالد کذاب ہے وہ زید بن علی کے توسط سے ان کے آباؤ

اجداد کی طرف من گھڑت روایات منسوب کرتا ہے۔“

قَالَ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ

الْوَاسِطِيُّ كَذَّابٌ قُلْتُ لَهُ الَّذِي يَرْوِي عَنْهُ إِسْرَائِيلُ قَالَ نَعَمْ

الَّذِي يَرْوِي حَدِيثَ الزَّيْدِيِّنِ وَيَرْوِي عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ آبَائِهِ

أَحَادِيثٌ مَوْضُوعَةٌ. [ضعفاء للعقيلي: ۱۴۷۳]

”احمد بن محمد کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ عمرو بن خالد جھوٹا ہے

میں نے کہا وہی عمرو بن خالد جس سے اسرائیل روایت کرتا ہے انہوں نے

فرمایا ہاں وہی جو زید بن علی کے توسط سے ان کے آباء و اجداد کی طرف من گھڑت روایات منسوب کرتا ہے۔“

واضح رہے کہ زیر بحث روایت عمرو بن خالد عن زید بن علی عن ابیہ عن جدہ سے کرتا ہے۔ لہذا ثابت ہوایہ روایت خاص کر موضوع ہے۔

قَالَ أَبِي: عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ هَذَا لَيْسَ بِشَيْءٍ مَتْرُوكٍ الْحَدِيثِ

[العلل: ۳۳۰، کتاب الجرح والتعديل: ج ۶ ص ۲۳۰۔ تہذیب الکمال: ۲۱/۳۳۵]

”امام احمد کے فرزند ارجمند محترم عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے والد محترم نے فرمایا کہ عمرو بن خالد ایک بے قیمت راوی ہے جس کی روایت کو محدثین نے ترک کر رکھا ہے۔“

رَوَى أَحْمَدُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ عَمْرُو بْنُ

خَالِدِ الْوَاسِطِيِّ كَذَّابٌ . [میزان الاعتدال: ج ۵ ص ۳۱۳، الکامل: ۱۲۸۹]

قَالَ ابْنُ حَبَّانَ كَذَّبَهُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ .

[الجر وحون ۲/۷۵]

”امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ امام احمد اور امام یحییٰ بن معین نے عمرو بن خالد کو کذاب قرار دیا ہے۔“

عمرو بن خالد امام ابو حاتم کی نظر میں

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: سَأَلْتُ أَبِي عَنْ عَمْرٍو بْنِ خَالِدِ الْقُرَشِيِّ

مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ الْوَاسِطِيِّ رَوَى عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ

وَزَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ فَقَالَ: مَتْرُوكٌ الْحَدِيثِ . [الجرح والتعديل: ج ۶ ص ۲۳۰]

”امام ابو حاتم کے لخت جگر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے عمرو بن

خالد مولیٰ بنی ہاشم کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: وہ متروک

الحديث ہے۔“

## امام یحییٰ بن معینؒ کی نظر میں

عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ قَالَ: عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ كَذَّابٌ غَيْرُ ثِقَةٍ وَلَا مَأْمُونٌ. [الجرح والتعديل: ج ۶ ص ۲۳۰]

”عمرو بن خالد بہت بڑا جھوٹا تھا۔“

## امام ابو زرہؒ اور اسحاقؒ بن راہویہ کی نظر میں

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا زُرْعَةَ عَنْ عَمْرِ بْنِ خَالِدٍ الْوَاسِطِيِّ فَقَالَ: كَانَ وَاسِطِيًّا وَكَانَ يَضَعُ الْحَدِيثَ. [الجرح والتعديل: ج ۶ ص ۲۳۰]

”امام ابو زرہؒ فرماتے ہیں وہ خود جھوٹی روایات گھڑتا تھا۔“

عَنْ حَرْبِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: سَمِعْتُ إِسْحَاقَ بْنَ رَاهَوِيَةَ يَقُولُ كَانَ عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الْوَاسِطِيُّ يَضَعُ الْحَدِيثَ. [الجرح والتعديل: ج ۶ ص ۲۳۰۔ تہذیب التہذیب: ج ۸ ص ۲۴۳]

”امام اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ عمرو بن خالد جھوٹی روایات بیان کرتا تھا۔“

## امام وکیعؒ اور امام حاکمؒ کی نظر میں

قَالَ وَكَيْعٌ: كَانَ فِي جَوَارِنَا يَضَعُ الْحَدِيثَ فَلَمَّا فَطِنَ لَهُ تَحَوَّلَ إِلَى الْوَاسِطِ. [ميزان الاعتدال: ج ۵ ص ۳۱۲]

”محترم وکیعؒ فرماتے ہیں کہ عمرو بن خالد ہمارے پڑوس میں رہتا تھا اور وہ خود ساختہ روایات بیان کرتا تھا اور جب اسے لوگوں کی نفرت کا احساس ہوا تو وہ واسط کی طرف فرار ہو گیا۔“

قَالَ الْحَاكِمُ: يَرَوِي عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ الْمَوْضُوعَاتِ.

”امام حاکمؒ کہتے ہیں عمرو بن خالد خود ساختہ روایات کو محترم زید بن علیؒ کی طرف منسوب کرتا تھا۔“

امام بخاریؒ اور امام نسائیؒ کی نظر میں

عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ رَوَى عَنْهُ  
إِسْرَائِيلُ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ. [التاريخ الصغير: ص ۱۳۹]

عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ يَرَوِي عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ مَتْرُوكُ  
الْحَدِيثِ. [كتاب الضعفاء والمترولين]

درج بالا تحقیق سے یہ واضح ہوا کہ یہ من گھڑت کتاب کی من گھڑت روایت ہے۔

دلیل نمبر ۲

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ أَخْلَاقِ النَّبُوَّةِ وَضَعُ الْيَمِينِ عَلَى  
الشِّمَالِ تَحْتَ السَّرَّةِ.

یہ روایت علمائے احناف زمانہ قدیم سے امام ابن حزمؒ کے حوالے سے نقل کرتے چلے آ رہے ہیں مگر آج تک کسی عالم نے یہ روایت مع سند نقل نہیں کی اور نہ کوئی سراغ رساں اس روایت کو کتب احادیث میں تا حال تلاش کرنے میں کامیاب ہوا ہے، ظاہر ہے کہ ایسی روایت کو بار بار بطور دلیل پیش کرنا ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے؟

واضح رہے کہ یہ روایت ”تحت السرة“ کی زیادتی کے بغیر متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے حسن اتفاق ہے کہ ”تحت السرة“ کی زیادتی کے بغیر بھی اس روایت کے راوی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نہیں ہیں۔

امام طبرانیؒ نے اس روایت کو تحت السرة کی زیادتی کے بغیر درج ذیل طرق سے

نقل کیا ہے۔

① حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ طَاهِرٍ بْنُ حُرْمَلَةَ بْنِ يَحْيَى ثَنَا جَدِّي حُرْمَلَةُ  
بْنُ يَحْيَى ثَنَا ابْنُ وَهَبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ قَالَ سَمِعْتُ

عَطَاءُ بْنُ أَبِي رِبَاحٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ سَمِعْتُ نَبِيَّ اللَّهِ يَقُولُ إِنَّمَا مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا بِتَعْجِيلِ فِطْرِنَا وَتَأْخِيرِ سَحُورِنَا وَوَضْعِ أَيْمَانِنَا عَلَى شِمَائِلِنَا فِي الصَّلَاةِ.

[المعجم الكبير: ج ۱۱ ص ۵۹۔ والاوسط: ج ۲ ص ۵۲۶]

امام ابن حبان نے بھی یہی متن اسی سند سے نقل کیا ہے۔ [صحیح ابن حبان: ج ۵ ص ۶۷]

② حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَجَاشِعِيُّ الْإِصْبَهَانِيُّ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ الْكِرْمَانِيُّ ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ بِنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّا مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا أَنْ نَعْجَلَ الْأَفْطَارَ وَأَنْ نُوَخِّرَ السَّحُورَ وَأَنْ نُضْرِبَ بِأَيْمَانِنَا عَلَى شِمَائِلِنَا.

[المعجم الكبير: ج ۱۱ ص ۶۔ والاوسط: ج ۵ ص ۱۳۷]

③ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْخَزَاعِيُّ الْمَكِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ بْنُ سَالِمٍ الْقَدَّاحُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَجِيدِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي رَوَادٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّا مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا بِثَلَاثٍ بِتَعْجِيلِ الْفِطْرِ وَتَأْخِيرِ السَّحُورِ وَوَضْعِ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ [المعجم الاوسط: ج ۳ ص ۳۱]

اس متن کو امام بیہقی نے بھی اسی سند سے نقل کیا ہے۔ البتہ بیہقی میں اسحاق بن محمد

کی جگہ اسحاق بن احمد مرقوم ہے۔ [ج ۲ ص ۳۱۵]

④ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو زُهَيْرٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَفْرَاءَ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثَلَاثٌ يُجِبُّهَا اللَّهُ تَعْجِيلُ الْفِطْرِ وَتَأْخِيرُ السَّحُورِ وَضَرْبُ الْيَدَيْنِ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فِي الصَّلَاةِ.

[المعجم الاوسط: ج ۸ ص ۲۲۸]

⑤ حَدَّثَنَا ابْنُ صَاعِدٍ نَزِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ النَّضْرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَمَرْنَا مَعَاشِرَ الْأَنْبِيَاءِ أَنْ نَعْجِلَ الْفَطَارَنَا وَنُؤَخِّرَ السُّحُورَنَا وَنَضْرِبَ بِأَيْمَانِنَا عَلَى شِمَائِلِنَا فِي الصَّلَاةِ. [الدارقطنی: ج ۱ ص ۲۸۴]

⑥ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ ثَنَا شُجَاعُ بْنُ مُخَلَّدٍ ثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ مَنْصُورٌ ثَنَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبَانَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ ثَلَاثَةٌ مِنَ النَّبْوَةِ تَعْجِلُ الْفَطَارَ وَتَأْخِرُ السُّحُورَ وَوَضَعُ الْيَدِ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ. [ابن ابی]

⑦ حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ مُورِقِ الْعِجْلِيِّ عَنِ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ مِنْ أَخْلَاقِ النَّبِيِّنَ وَضَعُ الْيُمْنَى عَلَى الشِّمَالِ فِي الصَّلَاةِ.

[ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۴۲۸]

ان روایات میں اگرچہ بعض طریق ضعیف بھی ہیں تاہم ان روایات سے یہ ثابت ہوا کہ مذکورہ بالا متن ”تحت السرة“ کی زیادتی کے بغیر محفوظ ہے، اور تحت السرة کی زیادتی کسی عیار ہاتھ کی صفائی ہے۔



## حلفیہ بیان

راقم اس بات کو حلفاً بیان کرتا ہے کہ راقم نے مصنف ابن ابی شیبہ کے مخطوطہ کو پیر محب اللہ شاہ راشدی کے کتب خانہ میں دیکھا ہے اس میں محترم وائل بن حجر سے مروی حدیث کے آخر میں تحت السرة کا اضافہ نہیں ہے۔

حافظ ثناء اللہ ضیاء

## دلیل نمبر ۳

حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ عَنْ مُوسَى بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَاثِلِ بْنِ حُجْرٍ  
عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي  
الصَّلَاةِ تَحْتَ السَّرَّةِ.

یہ روایت ہمارے بھائی کبھی مصنف ابن ابی شیبہ (مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم  
الاسلامیہ کراچی) کے حوالے سے نقل کرتے ہیں اور کبھی مطبوعہ طیب اکادمی ملتان کے  
حوالے سے نقل کرتے ہیں اور کبھی محمد اکرم نصر پوری کے نسخہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں  
اول الذکر دونوں نسخوں میں ہمارے بھائیوں نے تاریخ عبوت سے کمزور دلیل کو العروۃ الوثقی  
ثابت کرنے کیلئے اس صدی کی بدترین علمی خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ ادارۃ القرآن  
والعلوم الاسلامیہ والوں نے جو نسخہ شائع کیا ہے اس پر استاد عبدالحق افغان کی تحقیق و تعلق  
ہے۔ یہی نسخہ اس سے پہلے ہندوستان سے بھی چھپا تھا۔ ادارۃ القرآن والوں نے دراصل  
اسی کا عکس شائع کیا ہے مگر زیر بحث حدیث میں ”تحت السرة“ کا اضافہ اپنے ناپاک ہاتھوں  
سے کیا ہے جو کہ اصل نسخہ میں نہیں ہے، اس بددیانتی کا جواز ان کے بقول ان کے پاس یہ  
ہے کہ ہم نے راشد یہ کتب خانہ میں موجود مخطوطہ کا جو عکس لیا ہے اس میں تحت السرة کی  
زیادتی تھی لہذا ہم نے کر دی، ان کا یہ قول عذر گناہ بدتر از گناہ کے مترادف ہے کیونکہ  
راشدیہ والے مخطوطہ میں بھی تحت السرة کے الفاظ نہیں ہیں۔

سید محبت اللہ شاہ راشدؒ نے نہایت وضاحت کے ساتھ اس کی تردید فرمائی  
ہے۔ شاہ صاحب کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

کراچی کے ایک ادارہ نے ہم سے ایک کتاب بنام ”مصنف ابن ابی شیبہ“  
کا مخطوطہ حاصل کر کے اس کو چھپوا کر شائع کیا مگر اس میں دو جگہ پر اپنی طرف سے اللہ سبحانہ  
و تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں الفاظ بڑھادیئے جو کہ اصل مخطوطہ میں بالکل نہیں  
ہیں بلکہ پاک و ہند کے تمام مکتبوں میں اس کتاب کے جو مخطوطات ہیں ان سب میں بھی یہ



الفاظ نہیں ہیں یہ کتاب پہلے حیدرآباد دکن میں پھر شاید بمبئی میں بھی چھپی لیکن ان کو بھی مخطوطات میں یہ الفاظ نظر نہیں آئے۔ اس لیے انھوں نے مطبوع میں یہ الفاظ نہیں چھاپے حالانکہ حیدرآباد دکن والے بھی خفی تھے مگر ان کراچی والوں نے تو حد کر دی اپنا اٹو سیدھا کرنے کے لیے احادیث میں بھی اپنی طرف سے الفاظ بڑھا دیتے ہیں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا خوف بھی ان کو نہیں ہوتا کہ اس کی عدالت میں ایسی جسارت نامبارک کا کیا حشر ہوگا اور اس کا کتنا المناک انجام پیش آئیگا کیا یہ حدیث کی خدمت ہے یا انتہائی بددیانتی اور عظیم خیانت! فی الحال تو ہم کو ان صاحبان کی یہ دو سینہ زوریاں نظر آئی ہیں مگر معلوم نہیں ہے کہ انھوں نے دوسرے بھی کئی مقامات پر کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔ برادر م! یہ ہیں آپ کے خفی مقلدوں کے کارنامے۔ اب ان کے برخلاف کتاب و سنت کی حمایت میں بیچارے الحمدیث آواز بلند کرتے ہیں تو انہی کو کوسا جاتا ہے حق کی حمایت خال خال ہی نظر آتی ہے آپ کو اگر میرے لکھے ہوئے پر اعتبار نہ آئے تو آپ ہمارے ہاں تشریف فرما ہوں ہم نے جو لکھا ہے وہ سب حوالے کتاب سے نکال کر آپ کے سامنے رکھیں گے اور آپ خود ہی دیکھ کر اطمینان کر کے پھر تصدیق کریں مختصر یہ مفاسد سب تقلید کا نتیجہ ہیں اب آپ خود ہی جو پسند آئے وہ راستہ اختیار کریں۔

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ۝﴾

[۱۰/۱۰۸ یونس]

(نوٹ: اس تحریر کا عکس راقم کے پاس موجود ہے اگر کوئی دیکھنا چاہے تو دیکھ سکتا ہے)

طیب اکادمی ملتان والوں نے استاذ سعید اللہ کام کی تحقیق و تعلق سے مصنف ابن ابی شیبہ شائع کیا ہے انہوں نے بھی زیر بحث حدیث کے آخر میں تحت السرة کا اضافہ کر کے بددیانتی کا ارتکاب کیا ہے اور انہوں نے مکتبہ راشدہ کے مخطوطہ کا تحریف شدہ عکس بھی شائع کیا ہے، حالانکہ استاذ سعید اللہ کام کی تحقیق سے دار الفکر بیروت والوں نے جو نسخہ شائع کیا

ہے اس میں تحت السرة کا اضافہ نہیں ہے۔

مکتبہ راشدہ کے مخطوطہ کا تاریخی پس منظر

یہ نسخہ الشیخ محمد عابد السدھی الحنفی متوفی ۱۲۵۷ء کے نسخہ سے تحریر کیا گیا اس کی تحریر کا آغاز الشیخ فتح محمد نظامانی حنفی نے مورخہ ۱۲۳۷ھ شعبان المعظم ۱۳۱۷ھ میں اپنے قلم سے السید ابوتراب رشد اللہ شاہ راشدی صاحب العلم الرابع کیلئے کیا اور بروز اتوار مورخہ نور بیج الاول ۱۳۲۱ھ کو ظہر سے پہلے مکمل کیا۔

الشیخ عابد السدھی الحنفی کے لیے یہ نسخہ شیخ عنایت اللہ نے ۱۲۲۹ھ میں تحریر کیا اس طرح یہ نسخہ مدرسہ محمودیہ کے مکتبہ محمودیہ مدینہ منورہ کی زینت بنا۔

اس نسخہ میں زیر بحث حدیث کے آخر میں تحت السرة کا اضافہ نہیں ہے جیسا کہ السید رشد اللہ شاہ راشدی راقم طراز ہیں۔

فَاعْلَمْ أَنَّهُ مُسَلَّمٌ عِنْدَ الطَّرَفَيْنِ أَنَّ فِي بَعْضِ نُسَخِ الْمُصَنَّفِ حَدِيثٌ وَائِلِ الْمَبْحُوثِ فِيهِ مَوْجُودٌ مَعَ زِيَادَةٍ تَحْتَ السَّرَّةِ وَ فِي بَعْضِهَا هَذِهِ الزِّيَادَةُ غَيْرُ مَوْجُودَةٍ وَعَلَيْهِ نُسَخَتِي لِلْمُصَنَّفِ الْمَنْقُولَةَ مِنْ نُسَخَةِ الْمُصَنَّفِ لِلشَّيْخِ مُحَمَّدِ عَابِدِ السِّنْدِيِّ الْمَوْجُودُ فِي الْمَكْتَبَةِ الْمَحْمُودِيَّةِ الْوَاقِعَةِ فِي الْمَدِينَةِ الْمُنَوَّرَةِ

[مخطوطہ درج الدرر فی وضع الایدی علی الصدر: ص ۶۲]

”طرفین (الشیخ محمد حیات السدھی الحنفی اور الشیخ محمد ہاشم السدھی حنفی یعنی دونوں) کے نزدیک یہ مسلم ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی نسخہ میں زیر بحث حدیث کے آخر میں ”تحت السرة“ کے الفاظ ہیں اور کسی نسخہ میں مذکورہ حدیث کے آخر میں یہ الفاظ نہیں ہیں میرے پاس جو نسخہ ہے اس میں بھی زیر بحث حدیث کے آخر میں ”تحت السرة“ کے الفاظ نہیں ہیں یہ نسخہ الشیخ محمد عابد السدھی کے نسخہ سے نقل کیا گیا ہے ان کا نسخہ اس وقت بھی

مکتبہ محمودیہ مدینہ منورہ میں موجود ہے۔“

الشیخ محمد حیات سندھی حنفی ”الشیخ محمد ہاشم سندھی“ کے رسالہ ”دوہم الصرۃ فی وضع الیدین تحت السرۃ“ کا رد کرتے ہوئے اپنے رسالہ ”دوہم الصرۃ غش نقد الصرۃ“ میں راقم طراز ہیں:

وَ اِخْتَلَفَتْ نُسَخَةٌ فِی الْبَعْضِ ذُكْرَ الْحَدِيثِ مُطْلَقًا مِنْ غَيْرِ تَعْيِينِ  
مَحَلِّ الْوَضْعِ مَعَ وُجُودِ الْاَثَرِ الْمَذْكُورِ وَ لِي الْبَعْضِ وَقَعَ الْحَدِيثُ  
الْمَرْفُوعُ بِزِيَادَةِ لَفْظِ ”تَحْتَ السَّرَّةِ“ بِذُنُونِ اَثَرِ النُّحْيِ.

”مصنف ابن ابی شیبہ کے (مصدقہ) نسخہ میں زیر مطالعہ حدیث ”تحت السرۃ“ کی زیادتی کے بغیر موجود ہے اور نسخہ میں مرفوع حدیث کے بعد محترم ابراہیم حنفی کا اثر مکمل موجود ہے اور کسی (غیر مصدقہ) نسخہ میں زیر مطالعہ حدیث کے آخر میں ”تحت السرۃ“ کا اضافہ ہے، لیکن اس نسخہ میں مرفوع حدیث کے بعد ابراہیم حنفی ”کا اثر غائب ہے“۔

درج بالا بیانات سے یہ واضح ہوا کہ مکتبہ راشد مدینہ میں مصنف ابن ابی شیبہ کا نسخہ جو موجود ہے وہ نسخہ شیخ عابد سندھی کے نسخہ سے منقول ہے۔ اس نسخہ میں زیر مطالعہ حدیث کے آخر میں ”تحت السرۃ“ کے الفاظ نہیں ہیں، اس نسخہ میں ان الفاظ کو داخل کرنا علمی بددیانتی اور سینہ زوری ہے۔

حمد بن عبداللہ الجمحہ اور محمد بن ابراہیم اللخمد، ان کی تحقیق و مخرج سے حال ہی میں مصنف ابن ابی شیبہ کا نسخہ طبع ہوا ہے، فاضل شیوخ نے جن گیارہ نسخوں کی مدد سے یہ نسخہ شائع کیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

- ① مخطوطۃ دار الکتب الوطنیۃ بتونس .
- ② مخطوطۃ المكتبة المحمودیۃ بالمدينة .
- ③ مخطوطۃ الظاہریۃ ( الاولیٰ بد مشق )
- ④ مخطوطۃ الظاہریۃ ( الغایۃ بد مشق )

⑤ مخطوطة الجامعة الاسلامية (الاولى) بالمدينة .

⑥ مخطوطة الجامعة الاسلامية (الثانية) بالمدينة .

⑦ مخطوطة احمد الثالث بتر كيا .

⑧ مخطوطة جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية بالرياض .

⑨ الطبعة السلفية بالهند .

⑩ الطبعة الامداديه بمكة .

⑪ طبقه دار عالم الكتب بالرياض .

فضيلتہ الشیخ حمد بن عبداللہ الجمحہ کتاب کے مقدمہ کی دوسری فصل میں مصنف

ابن ابی شیبہ کے مطبوعہ نسخوں پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

أَنَّهُمْ حَرَّفُوا فِي مَتْنِ أَحَدِ الْأَحَادِيثِ النَّبَوِيَّةِ تَعْصَبًا لِمَذْهَبِهِمْ  
الْفِقْهِي حَيْثُ زَادُوا بَعْدَ حَدِيثِ وَائِلِ بْنِ حُبَيْرٍ رَأَيْتُ  
النَّبِيَّ ﷺ وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ ، هَذِهِ الزِّيَادَةُ  
”تَحْتَ الشَّرَّةِ“؟

قَالَ مَنْ أَطَّلَعَ عَلَى هَذَا التَّحْرِيفِ ..... مُتَعَمِّدًا وَبِخَطِّ جَلِيٍّ وَ  
هَذَا الْحَدِيثُ يُوجَدُ فِي الطَّبَعَاتِ الثَّلَاثِ مِنَ ”الْمُصَنَّفِ“ (ص  
۱۷۳۹۰) بِدُونِ هَذِهِ الزِّيَادَةِ أَوْ لَمْ يُشْرَنْأَشْرَهَا إِلَى النُّسخَةِ الَّتِي  
وُجِدَتْ فِيهَا هَذِهِ الزِّيَادَةُ وَإِنَّ تَوْجَدَ هَذِهِ النُّسخَةُ؟

فَعَلَى هَذَا سَقَطَتْ هَذِهِ الطَّبَعَةُ مِنَ الْإِعْتِمَادِ الْعِلْمِيِّ عَلَيْهَا بَلْ حَتَّى  
جَمِيعُ مَطْبُوعَاتِ هَذِهِ الدَّارِ يَجِبُ الْأَيْتِمَادُ عَلَيْهَا، فَمَاذَا بَعْدَ  
الْكَذِبِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ . [الفصل الثاني: ج ۱ ص ۵۵]

”ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی والوں نے مذہبی تعصب کی وجہ

سے آپ ﷺ کے فرمان عالی شان میں تحریف کر کے محترم وائل بن

حجر بن زینبؓ سے مروی حدیث کے آخر میں ”تحت السرة“ کا اضافہ کر دیا، جس نے اس تحریف کے بارے میں خبر دی اس کا کہنا ہے یہ تحریف عمداً ورواح الفاظ میں کی گئی ہے حالانکہ یہ حدیث اس سے پہلے شائع ہونے والے مصنف کے تینوں مطبوعہ نسخوں کے ج ۱ ص ۳۹۰ پر اس زیادتی کے بغیر موجود ہے، ناشر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ نے اس نسخہ کی نشاندہی نہیں کی جس میں زیادتی موجود ہے اور نہ یہ بتایا ہے کہ اس زیادتی والا نسخہ کہاں موجود ہے۔“

”اس طرح اس ادارہ کے شائع کردہ مصنف ابن ابی شیبہ کے نسخہ پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس ادارہ کی تمام مطبوعات قابل اعتماد نہیں رہی کیونکہ جو ناشر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھ سکتا ہے اس سے کسی دوسرے کے بارے میں کیا امید کی جاسکتی ہے۔“

فاضل محرر اسی فصل کے اسی صفحہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

تَنْبِيهِ ذَكَرَ الشَّيْخُ حَفِظَهُ اللَّهُ أَنَّ هَذَا التَّحْرِيفَ وَقَعَ فِي (ط، أ، الاعظمى) كَذَلِكَ وَعَزَاهُ إِلَيْهِ فِي ۳۵۱/۲ وَلِكِنِّي رَجَعْتُ إِلَى الطَّبَعَةِ الْمَذْكُورَةِ فَلَمْ أَجِدْهُ فَلَعَلَّ الشَّيْخُ اعْتَمَدَ عَلَى مَا ذَكَرَهُ أَبُو تَرَابٍ فِي جَرِيدَتِي الْمَدِينَةِ وَالْبِلَادِ وَلَمْ يُرَاجِعْهُ بِنَفْسِهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

”خبردار! شیخ حفظہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ تحریف مکتبہ امداد مکہ مکرمہ کے مطبوعہ نسخہ میں موجود ہے لیکن میں نے جب وہ طبع شدہ نسخہ دیکھا تو اس میں یہ زیادتی مذکور نہ تھی ممکن ہے کہ موصوف نے بذات خود مکتبہ امداد یہ کا مطبوعہ نسخہ نہ دیکھا ہو بلکہ ابو تراب کا مضمون جو جریدہ المدینہ اور جریدہ البلاد میں شائع ہوا ہے اس پر اعتماد کرتے ہوئے مذکورہ بات تحریر کر دی ہو۔“

درج بالا بیانات سے یہ واضح ہوا کہ تحت السرة کی زیادتی مصنف ابن ابی شیبہ کے آٹھ مخطوطوں اور تین مطبوعہ نسخوں میں نہیں ہے یہ پاکستانی شعبہ ہذا کے ہاتھوں کی صفائی اور کمائی ہے۔

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی نے الشیخ محمد ہاشم السندی کی تالیف ”درهم الصرة في وضع اليدين تحت السرة“ شائع کی ہے اس کے آغاز میں چار صفحات قلمی تحریر کے عکس کے شائع کئے ہیں ان میں فاضل محرر الشیخ محمد اکرم نصرپوری کے نسخے کے متعلق راقم طراز ہیں:

فِي نُسْخَةِ الشُّيْخِ مُحَمَّدٍ أَكْرَمَ أَنَّ لَفْظَةَ تَحْتَ السُّرَّةِ مِنْ تِمَّةِ  
الْحَدِيثِ كَمَا هُوَ الْمَوْجُودُ الْآنَ فِيهَا وَأَنَّ اثْرَ النَّخَعِي سَاقِطٌ  
مِنْهُ بِتَمَامِهِ مَعَ لَفْظَةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

”یعنی شیخ محمد اکرم کے نسخے میں ابھی تک حدیث کے آخر میں تحت السرة کے الفاظ ہیں اور اس میں ابراہیم نخعی کا اثر مکمل طور پر موجود نہیں ہے۔“

معزز قارئین کرام! فاضل محرر کی درج بالا تحریر اس حقیقت کا کھلا اعتراف ہے کہ شیخ محمد اکرم نصرپوری کا نسخہ مصدقہ نسخہ نہیں کیونکہ اس میں ابراہیم نخعی کے اثر کا موجود نہ ہونا اس نسخے کے تحریر کنندہ کی غفلت کی طرف واضح اشارہ کر رہا ہے، ظاہر ہے کہ اس قسم کے نسخے کی منفرد عبارت کو مصدقہ نسخے کے خلاف پیش کرنا سینہ زوری کے مترادف ہے۔

امام ابو بکرؓ نے اس روایت کو اول تا آخر جس سند کے ساتھ نقل کیا اسی سند کے ساتھ یہ روایت درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے اور ان میں سے کسی ایک میں بھی ”تحت السرة“ کے الفاظ نہیں ہیں۔

حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَمِيرٍ الْعَنْبَرِيُّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ  
وَإِبْلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَأَضْعَا  
يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ.

[مسند احمد: مطبوعہ دار الفکر بیروت، ج ۶ ص ۴۷۳]

نَاوَكَيْعٌ نَامُوسَىٰ بِنُ عُمَيْرِ الْعَنْبَرِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ بِنِ وَاِئِلِ  
الْحَضْرَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَاصْغَايَمِينَهُ  
عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ

[السنن الدارقطني: مطبوعہ نشر السنة لمطان، ج ۱ ص ۲۸۶]

امام بیہقی اور امام طبرانی "موسیٰ بن عمیر" سے ابو نعیم کے واسطے سے یہی روایت  
"تحت السرة" کی زیادتی کے بغیر نقل کرتے ہیں۔

أَبُو نَعِيمٍ حَدَّثَنَا مُوسَىٰ بِنُ عُمَيْرِ الْعَنْبَرِيِّ حَدَّثَنَا عَلْقَمَةُ بِنُ وَاِئِلِ  
عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ قَبَضَ عَلَى شِمَالِهِ  
بِيَمِينِهِ [العجم الكبير للطبرانی: مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، ج ۲۲ ص ۰۹۔ السنن الکبریٰ  
للبیہقی: مطبوعہ دار الفکر، ج ۲ ص ۳۱۳]

ابن الترمذی حنفی الجوهر الثقی میں اپنے مذہب کی تائید میں مصنف ابن ابی شیبہ  
سے ابو مجلز تابعی کا اثر نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي مُصَنَّفِهِ ثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَخْبَرَنَا  
الْحَجَّاجُ بْنُ حَسَّانٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا مَجْلَزٍ أَوْ سَأَلْتُهُ قُلْتُ كَيْفَ  
أَصْنَعُ قَالَ يَصْنَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِينِهِ عَلَى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهِ  
وَيَجْعَلُهُمَا تَحْتَ السَّرَّةِ.

اس اثر کو نقل کرنے کے بعد ابن الترمذی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ضعیف  
حدیث اور دوسری ضعیف روایت جو حضرت انس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نقل کرتے ہیں جبکہ زیر  
بحث روایت کو وہ نقل نہیں کرتے، ان کا اس روایت کو نقل نہ کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ  
اس وقت تک مصنف ابن ابی شیبہ کی یہ روایت علمی بددیانتی کی بھینٹ نہ چڑھی تھی۔

علامہ عینی حنفی کی تصانیف میں مصنف ابن ابی شیبہ کی متعدد روایات موجود ہیں

موصوف نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی دیگر تمام روایات نقل کی ہیں جو کہ سب کی سب ضعیف ہیں مگر موصوف نے ابن ابی شیبہ کی زیر بحث روایت کو اپنے موقف کی تائید میں ذکر نہیں کیا ان کا اس حدیث کو ذکر نہ کرنا اس امر کی دلیل نہیں؟ کہ اس وقت تک ہمارے کسی حنفی بھائی نے مصنف ابن ابی شیبہ کی اس حدیث پر ہاتھ صاف نہ کیا تھا۔

علامہ ابن عبدالبر نے ”تمہید“ میں مصنف ابن ابی شیبہ سے متعدد روایات و آثار نقل کئے ہیں خصوصاً انہوں نے ابو مجلز سے مروی اثر ابن ابی شیبہ کے حوالے سے نقل کیا ہے مگر موصوف نے بھی زیر بحث حدیث کو نقل نہیں کیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انہیں مصنف ابن ابی شیبہ کا جو نسخہ میسر تھا اس میں بھی مرفوع حدیث میں ”تحت السرة“ کے الفاظ نہ تھے۔

دلیل نمبر ۴

حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ زِيَادِ بْنِ زَيْدٍ  
السَّوَائِيَّ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ مِنَ  
السُّنَّةِ وَضَعُ الْأَيْدِيَّ عَلَى الْأَيْدِيَّ تَحْتَ السُّرَّةِ

[مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۴۲۷]

یہ روایت اس سند سے دارقطنی، مسند احمد اور بیہقی میں درج ذیل الفاظ سے مروی ہے۔ مِنَ السُّنَّةِ وَضَعُ الْكُفِّ عَلَى الْكُفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ اور اسی سے ملتے جلتے الفاظ سے ابوداؤد میں بھی ہے۔

جواب: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کا مرکزی راوی عبد الرحمن بن اسحاق ہے، اس کی کنیت ابو شیبہ الواسطی ہے۔ یہ نعمان بن سعد کا شاگرد خاص ہے، موصوف یہ روایت زیاد بن زید اور نعمان بن سعد سے نقل کرتا ہے۔

عبد الرحمن بن اسحاق امام احمد کی نظر میں

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ سَأَلْتُ أَبِي عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ الْكُوفِيِّ



فَقَالَ هَذَا يَقَالُ لَهُ أَبُو شَيْبَةَ وَهُوَ الْوَاسِطِيُّ كَانَ يَرَوِي عَنْهُ ابْنُ  
إَدْرِيسَ وَأَبُو مَعَاوِيَةَ وَابْنُ فَضِيلٍ وَهُوَ الَّذِي يُحَدِّثُ عَنِ النُّعْمَانِ  
بْنِ سَعْدٍ لَيْسَ هُوَ بِذَلِكَ فِي الْحَدِيثِ. [العلل: ۲۵۶۰]

”امام احمدؒ کے فرزند ارجمند کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے عبد الرحمن  
کے بارے میں دریافت کیا انہوں نے فرمایا: یہ وہی ہے جسے ابو شیبہ واسطی کہا  
جاتا ہے اس سے ابن ادریس، ابو معاویہ اور ابن فضیل روایت کرتے ہیں جبکہ یہ  
نعمان بن سعد سے روایت کرتا ہے یہ حدیث میں قابل اعتبار نہیں۔“

قَالَ أَبُو طَالِبٍ سَأَلْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ عَنْ أَبِي شَيْبَةَ الْوَاسِطِيِّ  
عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ قَالَ لَيْسَ بِشَيْءٍ مُنْكَرٍ الْحَدِيثِ.

[الجرح والتعديل: ج ۵ ص ۲۱۳۔ میزان الاعتدال: ج ۴ ص ۲۶۰۔ تہذیب التہذیب: ج ۶ ص ۱۲۵]

ابو طالب کہتے ہیں میں نے احمد بن حنبلؒ سے ابو شیبہ واسطی کے بارے میں  
دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا یہ ایسا بے قیمت راوی ہے جس کی روایات کو ناپسند کیا گیا ہے۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يُضَعِّفُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ ابْنَ  
إِسْحَاقَ الْكُوفِيِّ. [البوداؤد نسخا بن الاعرابی: ج ۱ ص ۲۸۱]

”امام ابوداؤد فرماتے ہیں امام احمد عبد الرحمن بن اسحاق کو ضعیف قرار دیتے تھے۔“

### امام ابوزرعہؒ اور امام ابو حاتمؒ رازی کی نظر میں

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ سَأَلْتُ أَبِي عَنْ أَبِي شَيْبَةَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ  
إِسْحَاقَ فَقَالَ هُوَ ضَعِيفٌ الْحَدِيثِ مُنْكَرٌ الْحَدِيثِ يُكْتَبُ حَدِيثُهُ  
وَلَا يُحْتَجُّ بِهِ. [الجرح والتعديل: ج ۵ ص ۲۱۳۔ تہذیب التہذیب: ج ۶ ص ۱۲۳]

”عبد الرحمن کہتے ہیں میں نے اپنے والد ماجد سے ابو شیبہ عبد الرحمن بن  
اسحاق کے بارے میں دریافت کیا انہوں نے فرمایا: وہ ضعیف الحدیث اور  
منکر الحدیث ہے اس کی روایات کو لکھا تو جاسکتا ہے مگر دلیل کے طور پر پیش

نہیں کی جاسکتا۔“

قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ سُنِلَ أَبُو زُرْعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ  
الَّذِي يَرَوِي عَنْهُ أَبُو زَائِدَةَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ فَقَالَ لَيْسَ بِقَوِيٍّ.

[الجرح والتعديل: ج ۵ ص ۲۱۳]

امام بخاری اور امام نسائی کی نظر میں

قَالَ الْبُخَارِيُّ فِيهِ نَظْرٌ. [التاريخ الصغير للبخاري: ص ۱۵۶]

قَالَ النَّسَائِيُّ ضَعِيفٌ. [كتاب الضعفاء والمتروكين للنسائي]

”امام بخاری نے ”فیہ نظر“ کہہ کر عبد الرحمن بن اسحاق کو ضعیف ترین قرار  
دیا ہے۔“

جیسا کہ شیخ عبدالحی لکھنوی راقم طراز ہیں:

قَوْلُ الْبُخَارِيِّ فِي حَقِّ أَحَدٍ مِنَ الرُّوَاةِ ”فِيهِ نَظْرٌ“ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ  
مُتَّهَمٌ عِنْدَهُ. [الرفع والتكميل في الجرح والتعديل: ص ۵۹]

یعنی ”امام بخاری کا کسی راوی کے بارے میں ”فیہ نظر“ کہنا اس امر پر  
دلالت کرتا ہے کہ وہ راوی امام بخاری کے نزدیک متہم بالکذب ہے۔“

امام ذہبی کی نظر میں

وَلَا يَقُولُ هَذَا إِلَّا فِيمَنْ يَتَّهَمُهُ غَالِبًا. [میزان الاعتدال: ج ۳ ص ۹۲]

”امام بخاری یہ الفاظ جھوٹے راوی کے بارے میں استعمال کرتے ہیں۔“

امام عراقی فرماتے ہیں

فَلَانَ فِيهِ نَظْرٌ وَفَلَانَ سَكْتُوْا عَنْهُ: هَاتَانِ الْعِبَارَتَانِ  
يَقُولُهُمَا الْبُخَارِيُّ فِيمَنْ تَرَكُوا حَدِيثَهُ.

”یعنی جس راوی کی روایت کو محدثین نے مسترد کیا ہے اس کے بارے میں

امام بخاریؒ درج بالا الفاظ استعمال کرتے ہیں۔“

امام یحییٰ بن معینؒ اور امام ابن خزیمہؒ کی نظر میں

عَنِ ابْنِ مَعِينٍ لَيْسَ بِذَاكَ الْقَوِيُّ. [تہذیب المعنی: ج ۶ ص ۱۲۳]

قَالَ ابْنُ خَزِيمَةَ لَا يُحْتَجُّ بِحَدِيثِهِ. [ایضاً]

”مختصر یہ ہے کہ عبدالرحمن بن اسحاق کو تمام ماہرین نے ناقابل اعتبار و

استشہاد قرار دیا ہے۔“

### زیاد بن زید کا تعارف

اس روایت کی سند میں دوسری خرابی یہ ہے کہ عبدالرحمن بن اسحاق کا شیخ بھی

قابل اعتبار نہیں کیونکہ امام ابو حاتمؒ نے اسے مجہول قرار دیا ہے۔ [الجرح والتعديل: ج ۳ ص ۵۳۲]

سوال: شیخ محمد حنیف گنگوہی فاضل دارالعلوم دیوبند نے لکھا ہے کہ زیاد بن زید کا مجہول

ہونا معزز نہیں اس لیے کہ دارقطنی نے عبدالرحمن بن اسحاق عن النعمان بن علی عن علی بھی

روایت کیا ہے۔ [غایۃ السعایہ: ج ۳ ص ۳۹]

جواب: معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے دارقطنی کی طرف مراجعت کئے بغیر اس بات کو

دارقطنی کی طرف منسوب کر دیا ہے، دارقطنی میں یہ روایت عبدالرحمن بن اسحاق عن نعمان

بن علی سے نہیں بلکہ نعمان بن سعد سے نقل کرتا ہے جیسا کہ ذیل میں ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ ثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ ثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ

عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَلِيٍّ (انتهی)

[دارقطنی: ج ۱ ص ۲۸۶]

دارقطنی کے اس طریق سے زیاد بن زید کی جہالت کا ضرر تو زائل ہو گیا مگر ایک

نئی خرابی پیدا ہو گئی کہ عبدالرحمن بن اسحاق جو روایات اپنے ماموں نعمان بن سعد سے نقل کرتا

ہے وہ روایات امام احمدؒ کے نزدیک مناکیر ہیں۔

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ عَنْ أَبِيهِ لَيْسَ بِذَاكَ وَهُوَ الَّذِي يُحَدِّثُ عَنْ

النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ أَحَادِيثُهُ مَنَاكِبٌ. [تہذیب التہذیب: ج ۶ ص ۱۴۴]

امام نوویؒ اس حدیث کے بارے میں راقم طراز ہیں۔

أَمَّا حَدِيثُ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ فِي الصَّلَاةِ  
وَضَعُ الْأُكُفِّ عَلَى الْأُكُفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ ضَعِيفٌ مُتَّفَقٌ عَلَى  
تَضْعِيفِهِ رَوَاهُ الدَّارِقُطْنِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي شَيْبَةَ  
عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ الْوَاسِطِيِّ وَهُوَ ضَعِيفٌ بِالْإِتْفَاقِ.

[شرح النووی: ج ۳ ص ۱۵۲]

”حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے بارے میں مروی روایت کے ضعیف ہونے پر تمام ناقدین محدثین کا اتفاق ہے اور اس روایت کو امام دارقطنیؒ اور امام بیہقیؒ نے عبد الرحمن بن اسحاق سے نقل کیا ہے عبد الرحمن بن اسحاق تمام ماہرین فن کے نزدیک بالاتفاق ضعیف ہے۔“

واضح رہے کہ عبد الرحمن بن اسحاق سے مروی روایات کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ البتہ اس سے مروی روایات کے موضوع ہونے پر اختلاف ہے، امام بخاریؒ اور امام ابن جوزیؒ کے نزدیک عبد الرحمن بن اسحاق متھم بالکذب ہے اس لیے امام ابن جوزی نے اس سے مروی روایات کو موضوعات میں شمار کیا ہے، حافظ ابن حجرؒ نے جمہور کی تحقیق کو تسلیم کرتے ہوئے اس سے مروی روایات پر موضوع کا حکم لگانے کی مخالفت کی ہے اور ان کے ضعیف ہونے کو تسلیم کیا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر نعمان بن سعد کے ترجمہ میں راقم طراز ہیں:

وَذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي الثَّقَاتِ قُلْتُ: وَالرَّوَايَةُ عَنْهُ ضَعِيفٌ كَمَا

تَقَدَّمَ فَلَا يَحْتَجُّ بِخَبْرِهِ. [تہذیب التہذیب: ج ۱۰ ص ۴۰۵]

”یعنی نعمان بن سعد کو امام ابن حبان نے ”کتاب الثقات“ میں ذکر کیا ہے البتہ ان سے (جو فقط ایک ہی راوی جو اس کا بھانجہ عبد الرحمن بن اسحاق) روایت کرتا ہے وہ ضعیف ہے اس لیے اس سے مروی روایت کو بطور حجت

نہیں لیا جائے گا۔“

جیسا کہ درج بالا سطور میں ذکر کیا گیا کہ حافظ ابن حجر نے عبدالرحمن بن اسحاق سے مروی روایات کو موضوع تسلیم نہیں کیا، ان کے اس عمل سے ہمارے بعض علمی حلقے غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں۔

امام زیلعی نے عبدالرحمن بن اسحاق کے بارے میں امام نووی کی تحقیق کو تسلیم کرتے ہوئے انھیں نصب الراہیہ میں درج کیا ہے لیکن نصب الراہیہ کے محشی شیخ عبدالعزیز دیوبندی پنجابی نے امام نووی پر برہمی کا اظہار اس طرح فرمایا ہے۔

هَذَا تَهْوُرٌ مِنْهُ كَمَا هُوَ دَأْبُهُ فِي أَمْثَالِ هَذِهِ الْمَوَاقِعِ وَالْأَفْقَدُ قَالَ  
الْحَافِظُ بْنُ حَجْرٍ فِي "الْقَوْلِ الْمُسَدِّدِ" وَحَسَنَ لَهُ التِّرْمِذِيُّ  
حَدِيثًا مَعَ قَوْلِهِ إِنَّهُ تَكَلَّمَ فِيهِ مِنْ قَبْلِ حِفْظِهِ وَصَحَّحَ الْحَاكِمُ مِنْ  
طَرِيقِهِ حَدِيثًا وَأَخْرَجَ لَهُ ابْنُ خَزِيمَةَ مِنْ صَحِيحِهِ وَلَكِنْ قَالَ  
وَفِي الْقَلْبِ مِنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ شَيْءٌ. [حاشیہ نصب الراہیہ: ج ۱ ص ۳۱۴]

فاضل دیوبند جناب محمد حنیف گنگوہی نے اسی عبارت کو اردو زبان میں غایۃ السعایہ میں نقل کیا ہے۔

یہ ان حضرات کا تہور و مبالغہ اور انتہائی جسارت ہے، اس واسطے کہ عبدالرحمن بن اسحاق ضعیف ہے یہ تو صحیح ہے لیکن اتنا ضعیف نہیں کہ اس کی ہر روایت کو بالاتفاق کہہ دیا جائے کیونکہ حافظ ابن حجر نے القول المسدد میں کہا ہے کہ امام ترمذی نے ان کی ایک حدیث کی تحسین کی ہے اسی طرح حاکم نے ان کے طریق پر ایک حدیث کی تصحیح کی ہے۔ نیز ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ان کی حدیث روایت کر کے صرف یہ کہہ کر ”و فی القلب من عبد الرحمن شئی“ تردد ظاہر کیا ہے۔ [غایۃ السعایہ: ج ۳ ص ۳۹]

ان شیوخ کے انداز تحریر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے ”القول المسدد“ کی طرف مراجعت کئے بغیر عبدالرحمن بن اسحاق کی وکالت کا فریضہ ادا کیا ہے، راقم نے یہ

بات پہلے تحریر کر دی ہے کہ حافظ ابن حجر امام نووی کی رائے سے مکمل اتفاق رکھتے ہیں جیسا کہ انہوں نے تہذیب التہذیب میں ذکر کیا ہے البتہ امام ابن جوزی کی تحقیق سے انہیں اختلاف ہے یعنی امام ابن جوزی عبدالرحمن بن اسحاق سے مروی روایات کو موضوع قرار دیتے ہیں اور حافظ ابن حجر اس روایت کے موضوع ہونے کا رد کرتے ہیں جیسا کہ وہ ”القول المسد“ کے مقدمہ میں راقم طراز ہیں:

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَذْكَرَ فِي هَذِهِ الْأُورَاقِ مَا حَضَرَنِي مِنَ  
الْكَلَامِ عَلَى أَحَادِيثِ النَّبِيِّ زَعَمَ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ أَنَّهَا مَوْضُوعَةٌ  
وَهِيَ فِي الْمَسْنَدِ الشَّهِيرِ لِلْإِمَامِ الْكَبِيرِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ أَحْمَدَ بْنِ  
حَنْبَلٍ أَمَامَ أَهْلِ الْحَدِيثِ فِي الْقَدِيمِ وَالْحَدِيثِ [القول المسد: ص ۱]  
”یعنی میں نے پختہ ارادہ کیا کہ میں ان اوراق میں ذکر کروں وہ باتیں جو  
بعض اہل حدیث نے نقل کی ہیں جن کے بقول بعض موضوع احادیث  
مسند احمد بن حنبل میں موجود ہیں۔“

جہاں تک امام ترمذی کی تحسین اور امام حاکم کی تصحیح کا تعلق ہے تو یہ حقیقت تمام  
اہل علم پر عیاں ہیں کہ ان حضرات کا دیگر ائمہ کے خلاف کسی روایت کو حسن یا صحیح قرار دینا  
قابل حجت نہیں، حافظ ابن خزیمہ عبدالرحمن بن اسحاق سے مروی حدیث اپنی تصحیح میں لائے  
ہیں لیکن انہوں نے اس پر نہ صرف صحیح کا حکم نہیں لگایا بلکہ اس پر جرح نقل فرمائی جیسا کہ وہ  
اس حدیث کو نقل کرنے سے پہلے راقم طراز ہیں:

بَابُ ذِكْرِ مَا عَدَّ اللَّهُ جَلًّا وَعَلَا فِي الْجَنَّةِ مِنَ الْغُرُفِ لِمَدَاوِمِ صِيَامِ  
التَّطْبُوعِ إِنْ صَحَّ الْخَبْرُ فَإِنَّ فِي الْقَلْبِ مِنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ  
إِسْحَاقَ أَبِي شَيْبَةَ الْكُوفِيَّ وَلَيْسَ هُوَ بِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ  
الْمُلَقَّبِ بِعَبَادِ الَّذِي رَوَى عَنْ سَعِيدِ الْمُقْبِرِيِّ وَالزُّهْرِيِّ وَغَيْرِ  
هِمَا هُوَ صَالِحُ الْحَدِيثِ. [صحیح ابن خزیمہ: ج ۳ ص ۳۰۶]

”اگر حدیث صحیح ہو تو اس میں بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں بالا خانے تیار کئے ہیں کثرت سے نفلی روزے رکھنے والوں کے لیے بلاشبہ دل میں۔ عبد الرحمن بن اسحاق کی طرف سے تردد ہے واضح رہے کہ یہ عبد الرحمن بن اسحاق وہ نہیں جو عباد کے لقب سے مشہور ہے اور وہ سعید مقبری اور زہری وغیرہا سے روایت کرتا ہے اور وہ صالح الحدیث ہے۔“

علامہ عبدالعزیز دیوبندی پنجابی اور مولوی محمد حنیف گنگوہی نے اہل بصیرت ہونے کے باوجود مسئلہ وضع الیدین فی الصلاة تحت السرة میں جو غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے وہ نہایت قابل تأسف ہے، مذکورہ بالا دونوں حضرات عبد الرحمن بن اسحاق کی وکالت کرتے ہوئے امام ابن خزیمہ کی کتاب کو حافظ ابن حجر کے قول کے مطابق صحیح ابن خزیمہ تسلیم کرتے ہیں جبکہ وضع الیدین فی الصلاة علی الصدر والی روایت میں اس موقف کے خلاف راقم طراز ہیں:

قَوْلُهُ: رَوَى ابْنُ خُزَيْمَةَ فِي "صَحِيحِهِ" مِنْ حَدِيثِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَدِيثٌ وَائِلٍ هَذَا ذَكَرَهُ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَعَزَّوَاهُ إِلَى ابْنِ خُزَيْمَةَ مَعَ سُكُوتٍ عَنْ نَسْبَةِ التَّصْحِيحِ.

[حاشیہ نصب الراية: ج ۱ ص ۳۱۴]

وہ حدیث جس میں علی صدرہ کی زیادتی ہے سو اس کے متعلق حافظ نے فتح الباری میں صرف یہ کہا ہے ”قَدْ رَوَى ابْنُ خُزَيْمَةَ مِنْ حَدِيثِ وَائِلٍ أَنَّهُ وَضَعَهُمَا عَلَى صَدْرِهِ وَالْبَزَارُ عِنْدَ صَدْرِهِ“ ابن خزیمہ سے اس کی تصحیح ذکر نہیں کی نہ فتح الباری میں نہ تلخیص میں نہ دررایہ میں نہ بلوغ المرام میں۔ [غایۃ السعایہ: ج ۳ ص ۴۲]

درج بالا بیانات سے یہ ثابت ہوا کہ یہ روایت انتہائی درجہ کی ضعیف ہے۔

دلیل نمبر ۵

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ الْكُوفِيِّ عَنْ سَيَّارِ أَبِي الْحَكَمِ عَنْ أَبِي

وَأَيْلٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَخَذُوا كَفَّ عَلَى الْأَكْفِ فِي الصَّلَاةِ  
تَحْتَ الشُّرَّةِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يُضَعِّفُ حَدِيثَ  
عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ الْكُوفِيِّ. [ابوداؤد مع المصنف: ج ۵ ص ۱۶۵]

اس روایت کا مرکزی راوی بھی عبدالرحمن بن اسحاق الکوفی ہے اسی راوی کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے جیسا کہ امام ابوداؤد نے امام احمدؒ کا قول نقل کیا ہے۔

دلیل نمبر ۶

حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلْمَةَ عَنْ  
عَاصِمِ الْجَحْدَرِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ صَهْبَانَ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُولُ فِي  
قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ " فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ " قَالَ وَضَعُ الْيُمْنَى  
عَلَى الْيُسْرَى تَحْتَ الشُّرَّةِ (تمہید)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں متعدد روایات مروی ہیں:

① حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلْمَةَ عَنْ  
عَاصِمِ الْجَحْدَرِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ صَهْبَانَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
" فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ " قَالَ هُوَ وَضَعُ يَمِينِكَ عَلَى شِمَالِكَ  
فِي الصَّلَاةِ. [السنن الكبرى للبيهقي: مطبوعہ مکتبہ دار الفکر، ج ۲ ص ۳۱۶]

② مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلْمَةَ سَمِعَ عَاصِمَ  
الْجَحْدَرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ ظَبْيَانَ عَنْ عَلِيٍّ ( فَصَلِّ لِرَبِّكَ  
وَانْحَرْ ) وَضَعُ يَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى وَسْطِ سَاعِدِهِ عَلَى صَدْرِهِ. [ایضاً]

③ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلْمَةَ ثَنَا عَاصِمُ الْجَحْدَرِيُّ عَنْ أَبِيهِ  
عَنْ عُقْبَةَ بْنِ صَهْبَانَ كَذَا قَالَ إِنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ فِي هَذِهِ  
الْآيَةِ ( فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ) قَالَ وَضَعُ يَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى وَسْطِ  
يَدِهِ الْيُسْرَى ثُمَّ وَضَعَهُمَا عَلَى صَدْرِهِ. [البيان ج ۲ ص ۳۱۸]



درج بالا روایات سے یہ واضح ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ”تحت السرة“ کی ایک روایت مروی ہے جبکہ ”علی صدرہ“ کی دو روایات ہیں دو کی روایات کی برتری ایک پر یقینی ہے، تفصیلاً بحث گزر چکی ہے۔

دلیل نمبر ۷

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَخْبَرَنَا حَجَّاجُ بْنُ حَسَّانَ قَالَ  
سَمِعْتُ أَبَا مِجَلَزٍ أَوْ سَأَلْتُهُ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ يَضَعُ قَالَ يَضَعُ بَاطِنَ  
كَفِّ يَمِينِهِ عَلَى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهِ وَيَجْعَلُهُمَا أَسْفَلَ السُّرَّةِ.

[مصنف ابن ابی شیبہ]

جواب: ابوجلز کے اس اثر کو امام ابوداؤد (نسخہ ابن الاعرابی) نے تعلیقاً نقل کیا جبکہ امام ابوبکر نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے جیسا کہ درج بالا سند سے ظاہر ہوتا ہے، لیکن امام بیہقی نے سعید بن جبیر کا اثر ”فوق السرة“ نقل کرنے کے بعد تحریر کیا ہے۔

كَذَلِكَ قَالَ أَبُو مِجَلَزٍ لِأَحِقُّ بْنُ حُمَيْدٍ. [بیہقی: ج ۲ ص ۳۱۸]  
”یعنی ابوجلز فوق السرة کے بھی قائل ہیں۔“

امام بیہقی نے یہ حکم بالجزم بیان کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا یہ اثر امام بیہقی تک اسی سند سے پہنچا ہے جس سند سے ان تک سعید بن جبیر کا اثر پہنچا ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ ابوجلز تحت السرة اور فوق السرة ہر دو کے قائل تھے۔

دلیل نمبر ۸

حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ عَنْ رَبِيعٍ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ يَضَعُ يَمِينَهُ عَلَى  
شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ. [ابن ابی شیبہ]

”یعنی وہ نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھتے تھے۔“

جواب: ابراہیم نخعی سے اس موقف کے خلاف بھی مروی ہے۔

① حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ وَ

مُغِيرَةَ عَنْ اِبْرَاهِيمَ اَنْهُمَا كَمَا نَا يُرْسِلَانِ اَيْدِيَهُمَا فِي الصَّلَاةِ.

[مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۴۲۸]

”یعنی وہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے۔“

② حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ عَنْ اِبْرَاهِيمَ قَالَ لَا بَأْسَ بَانَ يَضَعُ الْيَمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ.

[مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۴۲۷]

”یعنی وہ نماز میں ہاتھ باندھنے میں کوئی قباحت نہ سمجھتے تھے۔“

ابراہیم نخعیؒ سے مروی ان تینوں آثار پر اگر نظر انصاف سے غور کیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ بیشتر نمازیں ہاتھ چھوڑ کر پڑھتے تھے اور نماز میں ہاتھ باندھ لینے کو بھی مباح سمجھتے تھے۔ ان تینوں آثار کی موجودگی میں ابراہیمؒ کے فقہ ایک عمل کو بطور حجت پیش کرنا انصاف کے قتل کے مترادف ہے۔

تابعی کے اقوال و اعمال کے بارے امام ابو حنیفہؒ کی رائے:

يَقُولُ آخُذُ بِكِتَابِ اللَّهِ فَإِنْ لَمْ أَجِدْ فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَإِنْ لَمْ أَجِدْ فَبِقَوْلِ الصَّحَابَةِ آخُذُ بِقَوْلِ مَنْ شِئْتُ مِنْهُمْ وَلَا أَخْرُجُ عَنْ قَوْلِهِمْ إِلَى قَوْلٍ غَيْرِهِمْ فَأَمَّا إِذَا انْتَهَى الْأَمْرُ إِلَى اِبْرَاهِيمَ وَالشَّعْبِيِّ وَابْنِ سِيرِينَ وَعَطَاءٍ فَقَوْمٌ اجْتَهَدُوا فَاجْتَهَدُ كَمَا اجْتَهَدُوا [تهذيب التهذيب: ج ۱ ص ۴۰۳]

”محترم امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں میں سب سے پہلے اللہ کی کتاب سے دلیل حاصل کروں گا سو اگر مجھے وہاں سے دلیل نہ ملے تو میں سنت رسول اللہ ﷺ کو بطور حجت اختیار کروں گا اور اگر وہ بھی میسر نہ آئے تو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی صحابی کے قول کو اختیار کروں گا اور جب معاملہ ابراہیم نخعیؒ، شعبیؒ، ابن سیرینؒ اور عطاءؒ تک پہنچے گا تو وہ سب ایک قوم ہیں

جنہوں نے اجتہاد کیا سو میں بھی اجتہاد کروں گا جیسے انہوں نے اجتہاد کیا۔“

امام صاحب کے اس قول سے واضح ہوا کہ تابعی کے قول کو بطور حجت پیش نہیں کیا جاسکتا۔

عقلی دلیل

لَاِنَّ الْوَضْعَ تَحْتَ السُّرَّةِ اَقْرَبُ اِلَى التَّعْظِيمِ. [حدایہ]

”اور اس لئے بھی کہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا تعظیم کے زیادہ قریب ہے۔“

یہ احناف کی عقلی دلیل ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا تعظیم کے زیادہ قریب ہے اور یہی مقصود ہے یعنی نماز میں احکم الحاکمین کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا ایسا ہی ہے جیسا نوکر اور غلام بطور تعظیم آقاؤں اور بادشاہوں کے سامنے کمر پر پٹی باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنا تعظیم کی کوئی صورت نہیں۔

[غایۃ السعایہ: ج ۳ ص ۳۵]

اشیخ محمد ہاشم سندھی رقم طراز ہیں:

وَمِنْهَا مَا ذَكَرَهُ رَضِيُّ الدِّينِ السَّرْحَسِيُّ فِي مُحِيطِهِ وَالزَّاهِدِيُّ فِي شَرْحِ الْقُدُورِيِّ وَالْخَبَازِيُّ وَالْعَيْنِيُّ فِي شَرْحِ الْهَدَايَةِ اِنَّ الْوَضْعَ تَحْتَ السُّرَّةِ اَقْرَبُ اِلَى سِتْرِ الْعَوْرَةِ وَحِفْظِ الْاَزَارِعِنِ السَّقُوطِ فَيَكُونُ جَمِيعًا بَيْنَ الْوَضْعِ وَالسُّتْرِ فَيَكُونُ اَوْلَى (انتهی)

[درم الصرة: ص ۳۶]

”ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے جو عقلی دلائل ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جو رضی الدین سرحسی نے ”محیط“ نامی کتاب میں، زاہدی نے شرح قدوری میں، خبازی اور عینی نے شرح ہدایہ میں ذکر کی ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ستر کو ڈھاپنے اور ازار کو گرنے سے بچانے میں زیادہ معاون ہے سو ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے سے وضع اور ستر دونوں کام ایک

ساتھ ہو جاتے ہیں اس لیے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا اولیٰ ہے۔“

احناف کے نزدیک صحیح و سقیم کی جانچ پڑتال کیلئے عقل ایک ایسا معیاری پیمانہ ہے کہ اگر سنت صحیح و صریح بھی ان کی عقل (سقیم) کے خلاف ہو تو اسے بھی اپنی رائے کے مرگٹ پر قربان کرنے سے گریز نہیں کرتے مگر اس کے باوجود ان کے بیشتر عقلی دلائل تار عنکبوت سے زیادہ کمزور ہوتے ہیں درج بالا عقلی دلائل اسی نوعیت کے ہیں۔

واضح رہے کہ احناف کی خواتین سینہ پر ہاتھ باندھتی ہیں۔ ہم ان حضرات سے بصد معذرت یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ جب سینہ پر ہاتھ باندھنا تعظیم کی کوئی صورت نہیں تو پھر حنفی خواتین کیا حالت نماز میں اللہ تعالیٰ کو لگا کرتی ہیں؟

اگر ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ازار بند کو نیچے گرنے سے روکنے کا ایک ذریعہ ہے تو پھر حنفی خواتین کو اس مفید ترین ذریعہ سے کیوں محروم رکھا جا رہا ہے؟ حالانکہ عقل تو اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ایام حمل میں یہ آسانی خواتین کو میسر کی جائے کیونکہ ان ایام میں سقوط ازار کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔

ہمارے بھائیوں کے یہ عقلی دلائل تعصب اور ہٹ دھرمی کی عکاسی کرتے ہیں، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ لسان العرب میں متعدد لغات مرتب ہو چکی ہیں ان میں کسی بھی فاضل اہل زبان نے کوئی ایسا لفظ دریافت نہیں کیا جس کا معنی ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر تعظیم کرنا ہو جبکہ اس کے برعکس متعدد لغات میں لفظ ”کُفِّرَ“ جس کا معنی سینے پر ہاتھ رکھ کر تعظیم کرنا ہے۔

”كُفِّرَ“ لِسَيِّدِهِ : اِنْحَنَى وَوَضَعَ يَدَهُ عَلٰى صَدْرِهِ وَطَاطَا رَاسَهُ  
كَالرُّكُوعِ تَعْظِيمًا لَهُ.

[المجم الوسيط: ج ۲ ص ۷۹۱]

”كُفِّرَ لِسَيِّدِهِ“ کا معنی ہے اس نے ہاتھ کو سینہ پر رکھا اور اپنے سر کو رکوع کی طرح نیچے کیا اپنے آقا کی تعظیم کی خاطر۔“

التَّكْفِيرُ لِأَهْلِ الْكِتَابِ أَنْ يُطَاطَى أَحَدُهُمْ رَأْسَهُ لِصَاحِبِهِ  
كَالتَّسْلِيمِ عِنْدَنَا وَقَدْ كَفَّرَ لَهُ وَالتَّكْفِيرُ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ أَوْ يَدَيْهِ  
عَلَى صَدْرِهِ لَعَلَّ أَصْلَهُ التَّكْبِيرُ وَالتَّعْظِيمُ أَبْدَلَتْ الْبَاءُ فَأَنَّ فَصَارَ

تَكْفِيرًا. [فقد اللسان: ص ۶۱]

یعنی ”التکفیر لاهل الكتاب سے مراد یہ ہے کہ ان میں سے ایک اپنے ساتھی کے سامنے اپنے سر کو ایسے جھکائے جیسا کہ ہمارے نزدیک السلام علیکم کہنا ہے اور تکفیر سے مراد ایک ہاتھ یا دونوں ہاتھوں کو سینہ پر رکھنا ہے تکفیر کا اصل شاید تکبیر ہے کہ با کوفہ سے بدل دیا اس طرح تکفیر بن گیا جس کا معنی تعظیم ہے۔“

واضح رہے کہ گنگوہی صاحب نے کمر پر پٹی باندھنے کو تعظیم سے تعبیر کیا ہے یعنی موصوف یہ کہنا چاہتے کہ پٹی چونکہ ناف کے نیچے ہوتی ہے اور آقا یا بادشاہ کی تعظیم کیلئے ہوتی ہے، یہاں بھی فاضل دیوبند نے جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے حقیقت چھپانے کی کوشش کی ہے۔

پٹی یا پٹکے کو عربی زبان میں منطقہ کہتے ہیں یہ لفظ صاحب ہدایہ نے ہدایہ آخرین کتاب الکرہیۃ میں بھی نقل کیا ہے، منطقہ کا معنی ”المعجم الوسیط“ میں اس طرح مذکور ہے ”مَا يُسَدُّ بِهِ الْوَسَطُ“ ازار بند کو عربی زبان میں نطق کہتے ہیں ان دونوں لفظوں کا مادہ ن، ط، ق، ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ”المعجم الوسیط“ میں نطق کا معنی بھی یہی کیا گیا یعنی۔ حَزَامٌ يَسُدُّ بِهِ الْوَسَطُ. [المعجم الوسیط: ج ۲ ص ۹۳۱]

اور اس کا معنی مستعد ہونا بھی ہے جیسا کہ ”المعجم الوسیط“ میں ہے يُقَالُ

عَقَدَ فَلَانٌ حُبُكَ النَّطَاقِ: تَهَيَّأً لِأَمْرٍ. [ج ۲ ص ۹۳۱]

